قرآنی واقعات سے نصیحت: ۳۰

حضرت زیدؓ و حضرت زینبؓ
کے واقعہ سے ملنے والی نصیحتیں

مرتب

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی مولانا محمد شعیب مظاہری

(خطیب مسجد وزیر النساء، مانصاحب ٹینک، حیدرآباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ (حضرت زیدؓ وحضرت زینبؓ کے واقعہ سے ملنے والی نصیحتیں)

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مفتی مولانا محمد شعیب مظاہری

سنہ طباعت:۔ ۲۰۱۸ء مطابق ۱۴۳۹ھ

تعداد اشاعت:۔

کمپیوٹر کتابت:۔ مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی 9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القمر:۱۷)

ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مسلم اور غیر مسلم دونوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے، اس کے آسان کردینے سے مراد مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ معارف القرآن میں اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اللہ نے ہر عالم و جاہل، چھوٹے بڑے کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی حد تک قرآن مجید کو آسان فرمادیا ہے، البتہ اس سے مسائل اور احکام نکالنا یہ عوام الناس کا کام نہیں، یہ صرف اہل علم کا کام ہے، اس آیت کا سہارا لے کر قرآن کی مکمل تعلیم اور اس کے اصول وضوابط جانے اور سیکھے بغیر احکام ومسائل بتلانا گمراہی کا راستہ ہے''۔

(اس کتاب کے مضمون کو مختلف تفاسیر کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔)

(حصہ اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاحزاب میں حضرت زیدؓ وحضرت زینبؓ کے واقعہ سے ملنے والی نصیحتیں

يَـا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ .الىٰ. فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَ هُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ. (الاحزاب:۱تا۵)

ترجمہ:۔ اے نبی ﷺ! اللہ سے ڈرتے رہو اور کفار ومنافقین کا کہنا مت مانو، بیشک اللہ بہت علم والا بڑا حکمت والا ہے، اور تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر جو وحی بھیجی جارہی ہے اُس کی پیروی کرو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ یقینی طور پر اُس سے پوری طرح باخبر ہے، اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور کام بنانے کے لئے اللہ بالکل کافی ہے، اللہ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل پیدا نہیں کیئے، اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کی پشت سے تشبیہ دیتے ہو؛ اُن کو تمہاری ماں نہیں بنایا اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا قرار دیا، یہ تو باتیں ہی باتیں ہیں جو تم اپنے منہ سے کہہ دیتے ہو اور اللہ وہی بات کہتا ہے جو حق ہو، اور وہی صحیح راستہ بتلاتا ہے، تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارو! یہی طریقہ اللہ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے، اور اگر تمہیں اُن کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ . الى. وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولاً o (الاحزاب:۳۶تا۳۷)

ترجمہ:۔ اور جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کردیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لئے یہ گنجائش ہے اور نہ کسی مؤمنہ عورت کے لئے کہ اُن کو اپنے

معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے، اور جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا، اور (اے نبی ﷺ!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا اور تم نے بھی احسان کیا تھا، یہ کہہ رہے تھے کہ: اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرو!، اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈر رہے تھے؛ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو، پھر جب زیدؓ نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کرلیا تو ہم نے اُس سے تمہارا نکاح کرادیا تاکہ مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کرلیا ہو، اور اللہ نے جو حکم دیا تھا اُس پر عمل تو ہو کر رہنا ہی تھا۔

اِن آیات کے مفہوم کو سمجھنے اور اس میں سے نصیحت حاصل کرنے کے لئے پہلے حسب ذیل باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی جاہلانہ رسمیں

(۱) زمانۂ جاہلیت میں عرب معاشرہ میں اگر کوئی اپنی بیوی کو ظہار کردے یعنی اپنی بیوی کو ایسے رشتہ سے تشبیہ دیدے جس سے نکاح حرام ہوتا ہے، مثلاً اس کی پیٹھ ماں کی پیٹھ کی طرح ہے کہہ دے یا اُس کے کسی عضو کو ماں کے کسی حصہ کی طرح ہے کہہ دے تو پھر اپنی بیوی کو ماں کی طرح سمجھتے اور اپنے اوپر حرام کرلیتے تھے، یہ گویا طلاق کی ایک دوسری شکل تھی، یہ اُن کی جہالت تھی جیسے موجودہ زمانہ میں بہت ساری باتیں جہالت کی، بدعتی مسلمانوں اور مشرکین میں ہیں۔

(۲) اسی طرح کسی بچے کو گود میں لے کر متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لینے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے اور یہ عقیدہ اتنا سخت تھا کہ منہ بولے بیٹے کے مرنے کے بعد یا طلاق کے بعد اس

کی بیوہ یا مطلقہ سے منہ بولا باپ شادی نہیں کرسکتا تھا، اس کو سگی بہو کی طرح سمجھا جاتا، متبنّٰی کو منہ بولے باپ کے مرنے کے بعد حقیقی بیٹے کی طرح جائیداد میں حصہ دیا جاتا تھا یا منہ بولا بیٹا مرنے کے بعد اس کے باپ کو جائیداد میں سے حصہ دیا جاتا تھا، منہ بولا بیٹا' منہ بولے باپ کی لڑکیوں سے شادی نہیں کرسکتا تھا، وہ لڑکیاں حقیقی بہنوں کی طرح سمجھی جاتی تھیں، مذکورہ آیات میں اس قسم کی جاہلانہ فکر، عمل اور رسوم ورواج کو مٹادینے کا حکم دیا گیا ہے۔

سچائی پر دل میں دوطرح کے خیالات پیدا ہونا بیمار دل کی علامت!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی انسان کے جسم میں دو دل نہیں ہوتے کہ وہ مختلف خیالات اور ارادے الگ الگ پیدا کرکے کہ ایک دل سے ایک سچی بات سمجھے، دوسرے دل سے جھوٹ بات کرے؛ بلکہ اللہ نے ہر انسان کو ایک ہی دل دیا ہے اور وہ اسی دل سے کائنات میں غور وفکر کرکے زمین وآسمان اور اس کی تمام چیزوں کو اللہ کی ملکیت مانتا ہے اور ان پر اللہ ہی کا اقتدار مانتا ہے، مگر اسی دل سے وہ دوسری طرف بتوں کو بھی شریک کرتا ہے، ایک طرف رسول کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، پھر رسول (ﷺ) کے پیچھے نافرمانی کرتا ہے، دشمنوں سے سازباز کرتا ہے، اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

ظہار سے بیوی ماں نہیں بن جاتی:۔ انسان اپنے اسی ایک دل سے یہ سچائی اور حقیقت مانتا ہے کہ جس ماں کے پیٹ سے وہ پیدا ہوا ہے وہی اس کی حقیقی اور سگی ماں ہوگی، ایک عورت جو اس کی بیوی بن کر آئے اور وہ اپنی جہالت اور معاشرہ کی غلط رسم سے اس کے ساتھ ظہار کرے تو وہ بیوی سگی اور حقیقی ماں کی طرح کس طرح ہوگی؟ یہ بات اس کا دل خوب اچھی طرح مانتا ہے؛ مگر پھر بھی جہالت سے بیوی کو ظہار میں ماں کی طرح سمجھتا ہے۔

متبنّٰی بیٹا سگا بیٹا نہیں بن جاتا:۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ کو متبنّٰی بیٹا بنالے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا کیسے ہوگا؟ سگا اور حقیقی بیٹا تو وہ ہوگا جو اس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو، یہ بات ہر صحت مند دل مانتا ہے، اگر انسان متبنّٰی بیٹے کو زمانہ کی رسم ورواج پر زبردستی سگے بیٹے کی

طرح مانتا ہو تو یہ بات خود اس کا دل قبول نہیں کرتا۔

انسان کے جسم میں ایک ہی دل ہے ارادوں اور خیالات میں یہ فرق اور تضاد کیسا؟ بلکہ دل ایک سچائی کو مان رہا ہے تو انسان کے تمام ارادے اور خیالات اس تعلق سے ایک ہی رنگ اور فکر کے ہونا چاہئے، اگر دل میں ایک ہی مسئلہ کے تعلق سے اس طرح کے مختلف خیالات پیدا ہوں تو یہ صحت مند دل کی علامت نہیں بلکہ بیمار دل کی علامت ہے، حق اور سچائی کو سمجھنے کے قابل نہیں ہے، دل کی اس بیماری کو دور کرنا ہوگا، ورنہ یہ جہالت اور کھلی گمراہی کے خیالات ہیں، اللہ نے انسان کو ایک دل دیا دو نہیں۔

اس حکم پر مخالفین کا واویلا:۔ چنانچہ ان آیات میں ظہار کی فکر و عقیدہ اور متبنّٰی بیٹے کی رسم کو مٹانے کا حکم دیا اور بیوی کے ساتھ ظہار پر کفارہ ادا کر کے اس سے رجوع ہونے کا طریقہ بتلا دیا، اور منہ بولے بیٹے کو اس کے حقیقی باپ کے نام سے پکارنے کا حکم دیا گیا، منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوگا، اگر باپ کا پتہ نہیں تو اس کو اپنا دینی بھائی سمجھو، اس حکم پر مخالفین نے دھوم مچادی کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو جو عورتیں ماں کی طرح حرام تھیں انہیں کفارہ ادا کرنے پر حلال کر دیا، انہوں نے ماں اور بیوی کے درمیان فرق کو مٹا دیا، اور منہ بولے بیٹے کی مطلقہ کو بیوی بنا لینے کا حق دے دیا، اس سے نکاح کر کے بہو، بیٹی اور بیوی میں فرق نہیں رکھا، اللہ نے ان دونوں رسوم اور روایات کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔

سورۃ الاحزاب کی آیات نمبر: ۱۔تا۔۳، اور ۳۶۔تا۔۳۸ کو سمجھنے کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پورے واقعہ کو سمجھنا ضروری ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ کی گم شدگی

حضرت زید بن حارثہؓ یمن کے قبیلہ بنو کلب کے سردار حارثہ بن شراحبیل کے بیٹے تھے، والدہ سُعدیٰ بنت ثعلبہ قبیلہ طے کی شاخ سے تھیں، جب یہ آٹھ یا نو سال کے تھے اس وقت ان کی والدہ ان کو لے کر میکے جا رہی تھیں، راستہ میں قافلہ پر ڈاکوؤں کا حملہ ہوا اور

اس لوٹ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو وہ ڈاکو لے کر بھاگ گئے، پھر ملک شام میں حباشہ کے بازار میں لاکر غلام کی حیثیت سے فروخت کردئے گئے۔

حضرت زیدؓ کو حضرت حکیم بن حزامؓ نے خریدا:۔ حباشہ کے بازار سے حضرت حکیم بن حزامؓ نے خریداا اور اپنی پھوپی بی بی خدیجہؓ کو نذر کردیا، بی بی خدیجہؓ کے پاس بہت سے غلام تھے، رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد انہوں نے حضرت زیدؓ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دے دیا، رسول اللہ ﷺ تمام غلاموں میں سب سے زیادہ حضرت زیدؓ کے عادات واطوار کو بہت پسند کرتے تھے، یہ بہت خوبصورت تھے، ناز ونعمت میں پلے ہوئے تھے، حضور اکرم ﷺ اس چیز کو پہچان گئے کہ یہ اچھے گھرانے کا لڑکا ہے، اس وقت ان کی عمر قریب پندرہ سال ہوچکی تھی، حج کے قافلوں میں یمن کے لوگوں نے حضرت زیدؓ کو مکہ کی وادیوں میں دیکھ لیا، پہچان کر ملاقات کی اور والد وخاندان کا تذکرہ کیا، حضرت زیدؓ نے بھی اپنی خیریت ان سے بھجوائی اور رسول اللہ ﷺ کے گھر کا پتہ بھی دیا، قافلہ والوں نے جاکر حضرت زیدؓ کے والد کو زید کے مکہ میں ہونے کی اطلاع دی، تب والد اور چچا دونوں مل کر تحائف لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ نیک انسان کے بیٹے! کریم اور رحم کرنے والے، مدد کرنے والے ہیں، ہم اپنے بیٹے کی رہائی کی درخواست لے کر آپ ؐ کے پاس آئے ہیں، آپ جو فدیہ چاہے لے لیں اور ہمارے بیٹے کو ہمیں واپس کردیں، رسول اللہ ﷺ پہلے تو سمجھے نہیں اور پھر کہا آپ کس غلام کی بات کر رہے ہیں؟ انہوں نے حضرت زیدؓ کا نام لیا، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کا نام سنا چونک گئے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: اس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اور مطالبہ نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں!

مجبور انسانوں کو مجبوری کی بناء پر لُوٹا نہ جائے!

رسول اللہ ﷺ نے انصاف پسندانہ بات ان کے سامنے رکھی اور کہا: میں زیدؓ کو بلاتا ہوں، اسی سے دریافت کرلیجئے، اگر وہ اپنی مرضی سے آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوجائے تو

آپ اُسے لے جاسکتے ہیں، میں کوئی فدیہ وغیرہ نہیں لوں گا، لیکن اگر وہ ساتھ چلنے سے انکار کردے اور میرے پاس ہی رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو انسان میرے پاس خوشی سے رہنا چاہتا ہو تو میں زبردستی اس کو اپنے سے دور نہیں کرسکتا، دونوں نے کہا کہ آپؐ نے بہت ہی انصاف سے بڑھ کر اور درست بات کی، ہمیں آپؐ کا فیصلہ منظور ہے، یہ آپؐ کا کرم ہی کرم ہے، اس پر حضرت زیدؓ کو بلایا گیا، وہ آئے حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ حضرت زیدؓ نے کہا: ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا تم ان کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی، اب تمہیں پوری آزادی واختیار ہے کہ چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ یا چاہو تو میرے ساتھ رہو، حضرت زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں سے لپٹ کر کہا: میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا، یہ صورت حال دیکھ کر ان کے والد اور چچا نے کہا: زید! تم آزادی کو چھوڑ کر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو، اپنے ماں باپ، خاندان قوم و وطن کے مقابلہ غلامی پر راضی رہنا چاہتے ہو؟ حضرت زیدؓ نے کہا: میں ان پر اب دنیا میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا! انہوں نے مجھے غلام نہیں رکھا، حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر وہ تعجب میں پڑ گئے، رسول اللہ ﷺ نے اُسی وقت ان کو اپنے ساتھ لے جاکر آزاد کردیا اور کعبہ کے قریب قریش کے مجمع میں اعلان فرمادیا کہ آپ سب لوگ گواہ رہنا زید آج سے میرا بیٹا ہے، یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے، اُسی وقت سے لوگ ان کو زید بن محمد ﷺ کہنے لگے، والد اور چچا حضرت زیدؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اطمینان کرلیا کہ ان کا بیٹا غلام نہیں حضرت محمد ﷺ کا متبنّٰی ہے، دولت مند گھرانے میں عزت کے ساتھ پرورش پارہا ہے، وہ حضرت زیدؓ کو چھوڑ کر چلے گئے اور کبھی کبھی آکر مل لیا کرتے تھے۔

یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں، عام طور پر لوگ انسانوں کی مجبوری اور بے بسی کا فائدہ اٹھا کر ان سے ہزاروں روپئے لوٹ لیتے ہیں، مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے عمل سے یہ تعلیم دی کہ مجبور انسانوں پر ظلم نہ کیا جائے، ان کی مدد کی جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے معاشرہ میں متبنّٰی کا درجہ

زمانۂ جاہلیت میں اگر کسی بچہ کو متبنّٰی یعنی منہ بولا بیٹا یا گود لے لیا جاتا تو اس کو حقیقی و سگے بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا، جس طرح منہ بولے باپ کی لڑکیوں کو اس سے نکاح حرام سمجھا جاتا اسی طرح منہ بولے بیٹے کی مرنے کے بعد اس کی بیوہ سے یا طلاق کے بعد اس کی مطلقہ بیوی سے باپ کا نکاح کرنا حرام سمجھا جاتا تھا، منہ بولے بیٹے کو منہ بولے باپ کی وراثت میں سے حصہ دیا جاتا یا اس کے مرنے کے بعد باپ کو بھی وراثت میں حصہ ملتا تھا، اسی طرح حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں حقیقی بیٹے کی طرح پرورش پانے لگے، مگر خاندان کے تمام لوگوں کو یہ احساس تھا کہ یہ آزاد کردہ غلام ہیں جو متبنّٰی بنا لئے گئے ہیں۔

نبی ﷺ کی نبوت پر حضرت زیدؓ سب سے پہلے ایمان لائے:۔ جب نبی ﷺ کو نبوت ملی اس وقت حضرت زیدؓ کی عمر قریب ۳۰؍سال تھی اور سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، بی بی خدیجہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ بھی ایمان لائے اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، آپؓ اور حضرت علیؓ ایک ساتھ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پرورش پائے، ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ مدینہ ہجرت کر گئے۔

حضرت زیدؓ پر حضرت یوسفؑ جیسے حالات آئے:۔ حضرت زیدؓ کی زندگی میں حضرت یوسف علیہ السلام جیسے حالات آئے، آپ کو ماں باپ سے علاحدہ کر دیا گیا، چوروں نے لوٹ لیا، غلام بنا کر فروخت کر دیا اور پھر مکہ میں غلام نہیں منہ بولے بیٹے کی حیثیت سے بی بی خدیجہؓ کے دولت مند گھرانے میں پرورش پائے، پھر حضور ﷺ پر ایمان لا کر صحابیت کا بلند مقام ومرتبہ پایا۔

مساواتِ انسانی کی تعلیم اور پرہیزگاری کو ترجیح دینے کی ترغیب

اسلام مدینہ پہنچنے کے بعد مسلمانوں کو مساوات انسانی کی تربیت کرنے اور بڑے

چھوٹے، کالے گورے، امیر غریب، غلام و آقا کے مزاج کو مٹانے جو احکام دئے گئے ان میں غلاموں کا تصور ختم کر کے ان کو سب انسانوں کے برابر درجہ دینے کی تعلیم دی گئی اور یہ تعلیم دی کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول وہی انسان ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلیٰ ہو؛ چاہے وہ ادنیٰ ہو یا غلام، چاہے وہ حسب نسب میں کم ہی کیوں نہ ہو، اسلام مسلمانوں میں طبقاتی فرق کو مٹانا چاہتا تھا، چونکہ عرب سوسائٹی میں غلاموں، غریبوں، نوکروں، خدمت گذاروں کو دوسرے درجہ کا انسان سمجھا جاتا تھا، جو آزاد کردہ غلام تھے ان کو عام لوگوں سے کمتر سمجھا جاتا تھا، اسی غلط سوچ کو ختم کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر یہ مثال قائم کرنی چاہی کہ بی بی زینبؓ جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپی زاد بہن تھیں، بنو ہاشم کی شریف زادی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بہن تھیں؛ ان کا نکاح حضرت زیدؓ کے ساتھ ہو جائے تا کہ مسلمانوں میں مساواتِ انسانی کی سوچ پیدا ہو کر طبقاتی فرق مٹ جائے، ادنیٰ و اعلیٰ کا تصور ختم ہو جائے، یہ کام اور یہ عمل رسول اللہ ﷺ خود پہلے اپنے ہی خاندان سے کرنا چاہتے تھے تا کہ عام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے میں آسانی ہو، رسول اللہ ﷺ خود نکاح کا پیغام لے کر بی بی زینبؓ کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا اور کہا: تم ان کے ساتھ نکاح کر لو اس پر بی بی زینبؓ اور ان کے رشتہ داروں نے نامنظور کیا، انہوں نے کہا کہ زینبؓ حسب و نسب میں حضرت زیدؓ سے بہتر ہے، بی بی زینبؓ نے کہا: میں قریش کی شریف زادی ہوں، میں اسے اپنے لئے پسند نہیں کرتی، زیدؓ آزاد کردہ غلام ہیں، ان کے خاندان والوں کو یہ بات سخت ناگوار تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی شریف زادی وہ بھی غیر نہیں رسول اللہ ﷺ کی پھوپی زاد بہن ہے اس کو آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں، مگر قرآن نے یہ کہا کہ انسانوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ وہ ہے جو زیادہ متقی ہے اور رسول اللہ ﷺ تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر ہی حضرت زیدؓ سے نکاح کروانا چاہتے تھے؛ تا کہ مسلم سوسائٹی میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا مزاج ختم ہو جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کو اہمیت دی جائے، بی بی زینبؓ نے کہا: میں اس رشتہ پر غور کروں گی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر فوراً سر خم کرنے کا حکم

اس انکار پر اللہ نے وحی نازل فرمائی جو آیت: ۳۶ میں ارشاد ہے کہ ”کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا“۔

اس آیت میں اللہ نے جو حکم دیا وہ اسلامی قانون کا اصل اصول ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر رہنمائی کرتا ہے، کسی مسلمان فرد، قوم، ادارے یا حکومت کو یہ حق نہیں کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی حکم ثابت ہو تو وہ اس میں خود اپنی آزادئ رائے استعمال کرے، مسلم ہونے کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبردار ہو جائے، جن کو مسلمان باقی رہنا ہو اس کو لازماً اللہ اور رسول کی فوراً اطاعت کرنا ہوگا، جو نہیں مانے گا اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ مسلمان نہیں منافق ہوگا، یہ بات منافقین کو بھی بتلانا ضروری تھا۔

اللہ کا حکم آتے ہی فوراً اطاعت کرنا یہ ایمان والوں کی صفت ہے

جیسے ہی اللہ نے وحی کے ذریعہ یہ حکم نازل فرمایا تو حضرت زینبؓ اور ان کے افرادِ خاندان فوراً راضی ہو گئے، سر اطاعت خم کر دیا، پھر بی بی زینبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میرا نکاح زیدؓ کے ساتھ ہو جائے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے، اس پر بی بی زینبؓ نے یہ رشتہ منظور کر لیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہیں کروں گی! میں نے اپنے آپ کو زیدؓ کے نکاح میں دے دیا، رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے صحابہ کا یہ مزاج بنا تھا کہ وہ تقدیر الٰہی کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور اللہ کی تقدیر سے سب ہونے کا یقین رکھتے تھے اور خوشی خوشی اللہ کے ہر حکم کو مانتے تھے،

بی بی زینبؓ کے راضی ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خود نکاح پڑھایا اور اپنی طرف سے چار تولہ سونا مہر ادا کیا اور سواری کے لئے ایک جانور، کچھ زنانی لباس، اور ۵۰؍سیر آٹا، اٹھارہ تولے چاندی بھی دی، اس طرح وہ سنہ ۴؍ہجری میں ان کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھ گئیں۔ (قرطبی، مظہری، ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کسی کو کسی کام کا حکم فرمائیں تو اس پر وہ کام واجب ہو جاتا ہے، اس کو نہ کرنے کا شرعاً اختیار نہیں رہتا۔

منافقین نے اس شادی کو ناکام کرنے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا

اس نکاح کے ساتھ ہی مدینہ میں منافق مرد اور عورتوں نے دھوم مچادی اور وہ حضرت زیدؓ سے حسد اور جلن میں اس نکاح کو ناکام کرنا چاہتے تھے، منافق عورتوں نے حضرت زینبؓ سے مل کر طعنہ دینا شروع کر دیا اور نفسیاتی طور پر یہ احساس دلانا شروع کیا کہ محمد ﷺ نے یہ سخت ظلم کیا ہے، ایک معزز گھرانے کی دوشیزہ کا عقد ایک آزاد کردہ غلام سے کر دیا، دوسری طرف منافق مردوں نے صحابہؓ میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ محمد ﷺ نے اپنے ہی زرخرید و پروردہ غلام سے عالی نسب اور معزز گھرانے کی خاتون سے نکاح کر کے ایک شریف خاتون کا دامن ایک غلام کے ساتھ باندھ دیا، نکاح کے بعد یہ فتنہ پرور باتیں اسی طرح لوگوں میں گشت کرتی رہیں؛ تاکہ حضرت زیدؓ کا مقام و مرتبہ لوگوں میں گر جائے اور ان کو اونچا مقام نہ ملے، عام لوگ اس قسم کی باتوں سے متاثر ہو کر وہ بھی ہم خیال ہو جاتے تھے، اس طرح نکاح کے خلاف باقاعدہ ایک مخالفانہ فضاء پیدا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناانصافی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، منافق عورتیں حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو ورغلانے کی ہر طرح سے کوشش کرتی رہیں اور ان کو احساس برتری میں مبتلا کر کے غیرت دلانے کی کوشش کرتی رہیں، مگر ان طعنوں کے باوجود بی بی زینبؓ نہایت صبر و شکر کے ساتھ حضرت زیدؓ کے ساتھ نباہ کرتی رہیں، گویا منافقین اور

دشمنانِ اسلام کے اس پروپیگنڈے کا مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام انسانی مساوات کا جو درس دے رہا ہے وہ فیل ہوجائے، انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں میں مساوات انسانی کانظریہ نہ آنے پائے، ادنیٰ واعلیٰ اور غلام وآقا کا تصور برقرار رہے، ابن کثیر نے آیت نمبر:۳۶ کے تحت اور دوسرے مفسرین نے دوواقعات اور بیان کئے ہیں۔

حضرت جلبیبؓ بھی ایک آزادکردہ غلام تھے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جلبیبؓ کا پیغام ایک انصاری لڑکی کو دیا، انہوں نے بیوی سے مشورہ کرکے جواب دینے کی اجازت مانگی، انہوں نے اپنی بیوی کے سامنے حضرت جلبیبؓ کا پیغام سنایا توان کی بیوی نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کوحضرت جلبیبؓ کے علاوہ کوئی نہیں ملا؟ حالانکہ ہم نے فلاں فلاں کا پیغام رد کیا ہے، اس بات پر لڑکی جو پردہ میں اپنے کمرے میں یہ باتیں سن رہی تھیں، کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کورد کررہے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ اس رشتہ کو پسند کرتے ہوں تو منظور کرلیجئے، اس نے اپنے والدین سے برتر رویہ اختیار کرکے شعور دلایا اور پھر ماں باپ دونوں اس رشتہ پر راضی ہوگئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جلبیبؓ کے جانے سے پہلے گئے اور اپنی رضامندی ظاہر کردی، رسول اللہ ﷺ نے نکاح پڑھایا، ان کے لئے وسعت رزق کی دعاء کی، صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ اللہ نے ان کے گھر میں ایسی برکت دی تھی کہ مدینہ طیبہ کے گھروں میں سب سے زیادہ اُجالا اور بڑا خرچ اسی گھر کا تھا، بعد میں حضرت جلبیبؓ ایک جہاد میں شہید ہوگئے، رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی تجہیز وتکفین اپنے دستِ مبارک سے فرمائی، اس طرح رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں خاندان حسب نسب کی روایات کوتوڑنا چاہتے تھے اور اسلامی معاشرتی مساوات قائم کرنا چاہتے تھے اور انسانوں سے جاہلانہ روایات کوختم کرنا چاہتے تھے، مگر دشمنانِ اسلام اور منافقین اس کے خلاف مہم چلا رہے تھے۔

ابن کثیرؒ نے ایک اور واقعہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ کا بیان کیا:۔

صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی خاتون جو ہجرت کرکے مدینہ آئی تھیں وہ حضرت

ام کلثوم بنت عقبہؓ ہیں، ان کے خاندان والوں نے ان کا نفس حضور اکرم ﷺ کو بخش دیا تھا اور چاہتے تھے کہ یہ حضور ﷺ کے حرم میں داخل ہوں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں دینا چاہا (شاید حضرت زینبؓ سے علاحدگی کے بعد)، اس پر یہ خاتون اوران کے بھائی ناراض ہوگئے کہ ہم نے حضور ﷺ کو بخشا تھا؛ انہوں نے اپنے ایک پروردہ آزادکردہ غلام کو بخش دیا، مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت: ۳۶ سے بھی ان کو یہ حکم دیا گیا، مگر زیادہ تر آیت کا تعلق حضرت بی بی زینبؓ ہی کے واقعہ سے ہے، حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ اور عکرمہؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کے لئے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور حضرت زینبؓ اوران کے رشتہ داروں نے اس پیغام کو نامنظور کیا تھا، حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت بی بی زینبؓ کو یہ پیغام دیا تو انہوں نے کہا: میں نسب میں بہتر ہوں، ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اُسے اپنے لئے پسند نہیں کرتی، میں قریش کی شریف زادی ہوں، ان کے بھائی اور خاندان والوں نے بھی انکار کیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت زیدؓ پر انعام واحسان کا ذکر فرمایا:

انہی آیات: ۳۶ تا ۳۸ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زیدؓ کا ذکر انعام یافتہ اور منظور نظر سے کیا ہے، اس کی خاص وجہ یہ نظر آتی ہے کہ دشمنان اسلام اور منافقین' حضرت زیدؓ کو ذلیل کرنا چاہ رہے تھے اور طعنہ دے کر ان کے مرتبہ اور مقام کو لوگوں کی نگاہوں میں گرانے کی کوشش کررہے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جتنی زیادہ قدر ومنزلت دی ہے وہ ختم ہوجائے، یقینی بات ہے کہ حضرت زیدؓ کو لوگوں میں غلط پروپیگنڈے پر تکلیف ہوئی ہوگی اور وہ رسول اللہ ﷺ سے بچپن سے تربیت یافتہ تھے، صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انعام کے ذریعہ یہ احساس دلایا کہ ان کو اپنے ماں باپ سے چھڑا کر بی بی خدیجہؓ کے گھر پہنچادیا، پھر بی بی خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا خاص نور نظر بنادیا، پھر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے ابتدائی صحابی کا درجہ پانے کا موقع عطا فرمایا،

رسول اللہ ﷺ نے ان کو غلامی سے آزاد کر کے متبنیٰ بنالیا، وارث بنالیا، اپنی صحبت سے تربیت فرمائی، پھر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد چونکہ آپ میں غیر معمولی صلاحیتیں تھیں، اس لئے اپنے غیاب میں مدینہ کے انتظامات سنبھالنے کی ذمہ داری دی، بہترین جنگی صلاحیتوں کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہؓ پر امیر لشکر مقرر فرمایا، اتنا ہی نہیں اپنے خاندان کی شریف زادی کو نکاح میں دے کر اپنے خاندان کا فرد بنالیا، اگر غور کیا جائے تو اللہ نے حضرت زیدؓ پر حضرت یوسفؑ کی زندگی کے حالات جیسے حالات لائے۔

قرآن میں کہا گیا کہ اللہ نے ان پر احسان کیا اور پیغمبر نے انعام کیا، اس کے ذریعہ جن لوگوں نے ان کی توہین کرنے کی کوشش کی ان پر یہ واضح کیا گیا کہ وہ انعام یافتہ ہیں، اللہ کے چہیتے ہیں، وہ کسی عزت بخشی کے محتاج نہیں، یوں تو تمام صحابہؓ پر اللہ کے انعامات ہیں مگر اللہ نے قرآن مجید میں کسی صحابیؓ کا نام نہ لیا، صرف حضرت زیدؓ ہی کا نام لے کر ان کو بہت بڑی شرفِ قبولیت اور مقام ومرتبہ سے سرفراز فرمایا، بڑے بڑے صحابہؓ بھی ان کی تعظیم کرتے تھے۔

منافقین کے پروپیگنڈے کا حضرت زینبؓ کے ذہن پر اثر ہونے لگا:

لوگوں میں اس نکاح کا چرچہ اور ہمیشہ منافق عورتوں کی طرف سے طعنہ کی باتیں سن سن کر حضرت زینبؓ کے ذہن میں اس پروپیگنڈے کا اثر ہونے لگا، حضرت زینبؓ آخر انسان ہی تھیں فرشتہ نہیں! اس وجہ سے ان کی طبیعت میں خاندان اور حسب ونسب کا احساس زندہ ہونے لگا، وہ گرچہ کچھ طبیعت کی تیز تھیں، کبھی کبھی حضرت زیدؓ سے باتوں باتوں میں اپنے حسب نسب کا اظہار لوگوں کے بدگمانی پھیلانے کی وجہ سے کر دیتی تھیں۔

حضرت زیدؓ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، بہت سمجھدار، حساس، خوددار اور منکسر المزاج انسان تھے، رسول اللہ ﷺ کی ہر طرح سے حمایت اور مقام ومرتبہ عطا کرنے کے باوجود وہ اپنی غلامی کے دور کو بھولے نہیں تھے، دوسری طرف وہ اپنی بیوی کے مزاج اور طبیعت میں منافقین کے طعنہ اور پروپیگنڈے کے اثرات کو محسوس کر رہے تھے

اوران کو احساس ہونے لگا کہ حضرت زینبؓ اپنے دل میں ان کے اس رشتہ سے ایک غم کا احساس رکھتی ہیں اوران کے اس رشتہ کو ناپسند کرتی ہیں، ایسے حالات میں تو سب کچھ ٹھیک رہتا ہے، مگر جب انسان میں کوئی خلافِ طبیعت بات آجائے یا چھڑ چھڑا پن پیدا ہوجائے تو اس کا کچھ اظہار ہوجاتا ہے، یہ انسان کی نفسیات ہیں۔

بالآخر انہوں نے احساس کیا کہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں، اس سے ان کا غم ختم ہوجائے گا اور خود ان کے لئے بھی مخالفین کا پر پیگنڈہ بند ہوجائے گا، یہ حضرت زیدؓ کی ذہنی فکر تھی جو انہوں نے حضرت زینبؓ کی نفسیات سے ان کے رویہ اور باتوں سے اطاعت میں بے دلی اور دلی رغبت نہ ہونے سے اندازہ لگایا تھا، اس لئے کہ دل ودماغ میں جو چیز چھا جاتی ہے اس کا اظہار انسان کے مختلف اعمال سے ہوتا رہتا ہے۔

مختلف مسائل پر اپنے بڑوں سے مشورہ طلب کرنا:

حضرت زیدؓ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور رسول اللہ ﷺ ہی آپ کے لئے سب کچھ تھے؛ اس لئے کوئی اقدام کرنے سے پہلے اپنے بڑوں سے مشورہ کرنا اور ان کا منشاء معلوم کرنا ضروری سمجھا، چونکہ رسول اللہ ﷺ ہی نے یہ رشتہ کروایا تھا، عرض کیا: میں زینبؓ کو طلاق دینا چاہتا ہوں، حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی ہے جو تمہیں شک میں ڈالنے والی ہو؟ انہوں نے کہا: حضرت زینبؓ نے اگرچہ کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم جان کر ان کے نکاح میں آنا قبول کرلیا تھا؛ لیکن وہ اپنے دل سے اس احساس کو کسی طرح نہ مٹاسکیں کہ میں ایک آزاد کردہ غلام ہوں، ان کے اپنے خاندان کا پروردہ ہوں، اور وہ عرب کے شریف ترین گھرانے کی بیٹی ہونے کے باوجود مجھ جیسے کم تر درجے کے آدمی سے بیاہی گئی ہیں، اس احساس کی وجہ سے وہ ازدواجی زندگی میں کبھی مجھے اپنے برابر کا نہ سمجھیں، اس کے علاوہ کوئی دوسری بات ہرگز نہیں ہے، اور وہ اپنے خاندانی شرافت کا زبردست احساس رکھتی ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتی ہیں، ان

کے رویہ سے یہ چیز محسوس کر رہا ہوں، اور یہ چیز میرے لئے اذیت کا باعث بن گئی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کے ارادہ طلاق کو شدت احساس سمجھا اور طلاق کی کوئی معقول وجہ نہ پائی، اگر کوئی شکایت ہے تو احساس برتری اور شرفِ خاندانی کا احساس پایا، یہ بات ظاہر ہے کہ طلاق دینے کے لئے کافی نہیں، اس میں حضرت زینبؓ کے رویہ سے زیادہ خود حضرت زیدؓ کے شدت احساس کو سمجھا، پھر اس اسلام میں طلاق کو ناپسندیدہ عمل ہونا سمجھایا گیا، اس وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان کو خوفِ خدا کا احساس دلایا اور بیوی کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ اس معاملہ میں جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی قدم نہ اٹھائیں، یہ نکاح چونکہ رسول اللہ ﷺ نے دینی مصلحت کے تحت کرایا تھا اس وجہ سے دلی آرزو یہی تھی کہ یہ نکاح کامیاب ہو، بار بار حضرت زیدؓ کے شکایت کرنے کے باوجود آپ ﷺ انہیں طلاق سے روکتے رہے، حالانکہ اللہ نے آیت ایک تا تین میں اشارہ کر دیا تھا کہ حضرت زیدؓ جب اپنی بیوی کو طلاق دیں؛ تب آپ کو اس جاہلانہ رسم کو ختم کرنے کے لئے ان کے مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو حضرت زیدؓ کے سامنے ظاہر نہیں کیا اور طلاق سے منع کرتے رہے، شاید اس میں بھی اللہ ہی کی حکمت یہ تھی کہ اگر ظاہر فرمادیتے تو طلاق کے بعد عدت پوری ہونے سے پہلے ہی دھوم مچ جاتی اور لوگ حضور اکرم ﷺ کو بدنام کرتے پھرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے وحی کی اطلاع کو مخفی رکھنے کی حکمت:

اللہ نے پہلے ہی آپ کو اشارہ دے دیا تھا کہ جاہلیت کی رسم کہ متبنّٰی یعنی منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے باپ نکاح نہ کرے، اس تصور کو ختم کرنا ہوگا، اور آپ ﷺ خود آگے بڑھ کر مطلقہ بیوی سے نکاح کریں، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات اللہ نے بتلا دی تھی کہ حضرت زیدؓ عنقریب حضرت زینبؓ کو طلاق دیں گے اور آپ ؐ کو یہ رسم مٹانے کے لئے ان سے نکاح کرنا ہوگا، پھر بھی آپ ﷺ حضرت زیدؓ کو بار بار طلاق سے روکتے رہے اور طلاق نہ دینے کی ترغیب دیتے رہے، امام زین العابدینؒ نے فرمایا: اللہ نبی ﷺ کو خبر دے چکا تھا

کہ حضرت زینبؓ آپ کی بیویوں میں شامل ہونے والی ہیں، مگر جب حضرت زیدؓ نے آکر ان کی شکایت آپؐ سے کی تو آپ ﷺ نے ان سے طلاق نہ دینے اور اللہ سے ڈرنے کو کہا، اس پر اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں پہلے ہی خبر دے چکا تھا کہ تم کو حضرت زینبؓ سے نکاح کرنا ہوگا، تم حضرت زیدؓ سے یہ بات کہتے وقت اس بات کو چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ (ابن جریر، ابن کثیر)

تفسیر روح المعانی میں یہ مطلب بیان کیا گیا کہ نبی ﷺ اس وقت خاموش رہتے یا حضرت زیدؓ سے فرما دیتے کہ تم جو کچھ کرنا چاہو کر سکتے ہو، تم نے حضرت زیدؓ سے یہ کیوں کہا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو! حالانکہ تمہیں پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ حضرت زینبؓ تمہاری بیویوں میں شامل ہونے والی ہیں (اس میں دراصل امت کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ طلاق کے معاملہ میں جلدی نہ کریں)۔

رسول اللہ ﷺ اسلامی تعلیمات کی بڑی بے باکی سے تبلیغ فرماتے، کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، توحید کے مقابل بتوں کو بے حیثیت جہالت فرماتے، آباء واجداد کی اندھی تقلید کو گمراہی فرماتے، مگر حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کے معاملہ کو مخفی رکھے ہوئے تھے، دشمنوں کے طعنوں کا سامنے کرنے فکرمند رہتے تھے۔

شاید نبی کریم ﷺ نے اللہ جل شانہ کے اشارہ کو صریح حکم نہ سمجھا اور حضرت زیدؓ کے معاملہ کو طول دینا چاہتے تھے؛ ورنہ فوراً حضرت زینبؓ سے نکاح کو ظاہر کر دیتے، حضور اکرم ﷺ کا یہ عمل ایک دھاکہ اور انوکھی بات ہو جاتی، اس نکاح کی خبر سے جاہلی معاشرہ میں زبردست زلزلہ آ جاتا۔

حضرت زیدؓ کے ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کو بھی پریشانی ہوگئی:

☆ شاید رسول اللہ ﷺ نے یہ سوچا ہوگا چونکہ آپؐ نے ہی یہ رشتہ ایک نہایت اعلیٰ مقصد سے کرایا تھا، آپ ﷺ کی آرزو تھی کہ منافقین کے طعنوں اور بدتمیزیوں کے خلاف دونوں نباہ کرلیں اور رشتہ کامیاب ہو جائے۔

☆ اس طلاق سے حضرت زینبؓ کو پھر دوہرا غم ہونے کا اندیشہ تھا، پھر منافقین یہ کہنا شروع کردیں گے کہ یہ شریف زادی ایک آزاد کردہ غلام کی مطلقہ بیوی ہیں اور سارے واقعہ کی ذمہ داری آپ ﷺ اپنے اوپر سمجھتے تھے۔

☆ پھر طلاق کے بعد مجھے نکاح کرنا ہوگا، اس صورت میں اس سے بھی بڑے فتنے اٹھ کھڑے ہوں گے، لوگ کہیں گے کہ نبی ﷺ نے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔

☆ اس میں یہ بھی مشکل تھی کہ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے چار بیویوں کا حکم نازل ہو چکا تھا، اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں چار بیویاں موجود تھیں، ان مختلف وجوہات کی بناء پر حضور ﷺ کی دلی خواہش یہی تھی کہ حضرت زیدؓ طلاق نہ دیں، اس لئے بار بار روکتے رہے۔

اللہ اس رسمِ جاہلیت کے خاتمہ کا آغاز رسول ﷺ کے عمل سے کرنا چاہتا تھا:

اللہ کا فیصلہ یہی تھا کہ حضرت زیدؓ جب طلاق دیں تو آپ ہی کے ذریعہ جاہلیت کی یہ غلط رسم کی اصلاح ہوجائے، رسول اللہ ﷺ کے سواء کوئی دوسرا شخص اس رسم کو توڑنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا، کیونکہ یہ تصور معاشرہ میں بہت گہری جڑیں پکڑا ہوا تھا، عربوں میں منہ بولے بیٹے کے لئے پختہ رسم و رواج تھے، اس کو مٹانا آسان نہ تھا، اس کے خلاف عمل کرنے سے خوب شور وغل ہوتا، اس لئے اللہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ متبنّٰی کی مطلقہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ خود نکاح کی مثال قائم کریں، اس رسم کو مٹانا اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس کی وجہ سے اسلامی قانون وراثت، قانونِ نکاح اور قانونِ طلاق میں بہت ساری رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں اور حق دار کو حق نہیں مل سکتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا خوف اپنی ذاتی بدنامی کے اندیشے سے نہ تھا:

رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ سے نکاح کے لئے قدم اٹھاتے جھجھک رہے تھے؛ چونکہ اسلام دشمنی میں یہود اور منافقین متحد تھے، ایک کھلم کھلا مخالفت کر رہا تھا، دوسرا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں گھس کر بدگمانی پھیلا رہا تھا، اسلام کی کامیابیوں پر دونوں کو

بہت تکلیف ہورہی تھی، جلے بُھنے بیٹھے تھے، ایسی صورت میں متبنّی بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے پر ان کو رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا ایک زبردست ہتھیار مل جاتا، اس لئے رسول اللہ ﷺ اپنی ذاتی بدنامی کے اندیشے سے نہیں؛ بلکہ دین کی تبلیغ اور دعوت کو نقصان ہونے کے ڈر سے خوف کھا رہے تھے کہ بہت سے لوگ جو اسلام کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں، بدگمان ہوجائیں گے کہ محمد (ﷺ) نے اپنی بہو کو بیوی بنالیا، مسلمانوں میں جو کمزور عقل وذہن کے لوگ ہیں وہ شکوک وشبہات میں پڑھ جائیں گے کہ اللہ نے چار نکاح کی اجازت دیدی تھی، پھر پیغمبر نے یہ نکاح کیوں کیا؟ اور بہت سے جو غیر جانبدار ہیں وہ اسلام سے دوری کی وجہ سے متبنّٰی کو سگے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے بدگمان ہوجائیں گے، اس لئے جاہلیت کی یہ رسم کو توڑنا بہت مشکل نظر آرہا تھا، اس سے اسلام کے پھیلنے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اللہ کے حکموں کو پورا کرنے میں مخالفین کی پرواہ نہ کرنا:

اللہ نے آیت: ۱ تا ۳ میں ان اندیشوں کو دور فرمادیا اور اللہ علیم وحکیم ہے، دین کی مصلحت کس چیز میں ہے اور کس میں نہیں وہ خوب جانتا ہے، ہم کو معلوم ہے کہ کس وقت کیا کام کرنا ہے، اس رسم کو ختم کرنے کا وقت آگیا ہے، لہٰذا وہ طرز عمل اختیار نہ کرو جو کفار اور منافقین کی مرضی کے مطابق ہو، دین کے معاملہ میں کسی کی ملامت ومخالفت کی کچھ پرواہ نہ کرو؛ بلکہ وہ کام کرو جو ہماری مرضی کے مطابق ہو، ڈرنے کے لائق ہم ہیں نہ کہ کفار و منافقین، اس آیت میں ہدایت فرمائی گئی کہ جو ہدایت تمہیں دی گئی اللہ کے بھروسہ پر انجام دو، اللہ وکیل ہے، دنیا بھر کے لوگ اگر مخالفت کریں تو اس کی پرواہ نہ کرو۔

ان آیات میں بظاہر رسول اللہ ﷺ کو تاکید ہے، مگر امت مسلمہ کی تربیت کی گئی ہے، یہی روش عام مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہئے کہ اللہ سے ڈریں غیروں سے نہیں، اللہ کا مطالبہ بندوں سے یہی ہے کہ وہ اللہ کے دئے ہوئے احکام کی ہر حال میں تعمیل کریں، انسان کو جب یہ یقین ہے کہ فلاں ہدایت اللہ کی دی ہوئی ہے تو پھر اُسے بالکل مطمئن ہو کر

پوری کرنا چاہیئے، ساری خیر اور مصلحت اسی ہدایت کی تعمیل میں ہے، حکم و ہدایت کے ملنے کے بعد حکمت و مصلحت دیکھنا ایمان والوں کا کام نہیں بلکہ اُس کی اللہ کے بھروسہ پر تعمیل کرنا چاہیئے، اللہ ان کے لئے کافی ہے، بندہ اپنے معاملات کو اس کے سپرد کر دے۔

حضور اکرم ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا: جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اُسے بے خوف ہو کر ادا کریں، مخالفین کی پرواہ نہ کریں، اللہ آپ کا مددگار و کارساز ہے، اس پر بھروسہ رکھو، آپ ﷺ کے نکاح کرنے سے ایک غلط رسم کی اصلاح ہو جائے گی، انسانوں کی فطرت میں خلافِ فطرت بات جو داخل ہو چکی ہے اس کا خاتمہ ہو جائے۔

بعض اعمال کو مخفی رکھنے کی حکمت:

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ صاحب نے لکھا ہے: قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے اور ان کے طعن و تشنیع میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ و اندیشہ ہو تو لوگوں کے دین کی حفاظت اور ان کو طعن و تشنیع کے گناہ سے بچانے کی نیت سے مخفی رکھنا اس صورت میں تو جائز ہے جبکہ یہ فعل خود مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو، کوئی دینی حکم حلال و حرام کا اس سے متعلق نہ ہو، جیسے زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ کی تعمیر کی گئی تو اس میں کئی چیزیں حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے خلاف کر دی گئیں، بیت اللہ کا کچھ حصہ تعمیر سے باہر چھوڑ دیا گیا، ابراہیمی تعمیر میں لوگوں کے داخل ہونے اور باہر نکلنے دو دروازے تھے تا کہ لوگوں کو داخل ہونے اور نکلنے میں تکلیف نہ ہو، مشرکین نے نئی تعمیر میں ایک دروازہ کر دیا اور اتنا اونچا کر دیا کہ سیڑھی کے اس میں داخلہ نہ ہو سکے، جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جس کو اجازت دیں صرف وہی اندر جا سکیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نومسلم لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو پھر ابراہیمیؑ طرز کے مطابق بنا دیتا، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے اپنا یہ ارادہ جو شرعاً جائز تھا اس کو ترک کر دیا، منجانب اللہ اس پر کوئی عتاب بھی نہیں ہوا۔

یہ معاملہ بیت اللہ کو ابراہیمی طرز پر دوبارہ تعمیر کرنے کا ایسا نہیں تھا جس پر کوئی

مقصد شرعی موقف ہو یا جس سے احکام حلال وحرام متعلق ہوں، اس کے برخلاف حضرت زینبؓ کے نکاح سے ایک مقصدِ شرعی متعلق تھا کہ جاہلیت کی رسم بد ختم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح حرام ہے، کیونکہ قوموں میں چلی ہوئی غلط رسموں کو توڑنا عملاً جب ہی ممکن ہوتا ہے جب اس کا عملی مظاہرہ ہو، حضور ﷺ شاید اس بات کو مخفی رکھنے میں یہ خیال فرمائے ہوں گے کہ نئے مسلمان غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، دعوتِ دین میں رُکاوٹ نہ آئے، مخالف آپؐ پر غلط الزامات لگا کر پروپیگنڈا کر کے عام لوگوں میں غلط تأثر پیدا نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹا الزام لگانے والوں نے جھوٹی کہانیاں بنالیں:

آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

اس آیت سے دشمنان اسلام یہود اور آج تک انگریزوں نے اور بعض مسلمانوں نے بغیر تحقیق کئے یہ مطلب نکالا کہ رسول اللہ ﷺ خود حضرت زینبؓ سے نکاح کے خواہشمند تھے؛ اس لئے انہوں نے جھوٹی کہانیاں بھی لکھ ڈالیں، اس میں یہ بھی لکھا کہ آپ ﷺ کا جی چاہتا تھا کہ حضرت زیدؓ ان کو طلاق دے دیں، حضرت زیدؓ آ کر جب اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کر رہے تھے جو نعوذ باللہ آپ ﷺ اوپری دل سے ان کو منع کر رہے تھے، اسی لئے اللہ نے اس حالت پر فرما رہا ہے کہ تم دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، یہ بات آیت سے غلط مطلب نکالا گیا، یہ بالکل جھوٹ اور الزام ہے۔

اصل بات اس کے بالکل برعکس ہے، رسول اللہ ﷺ خود حضرت زیدؓ کا پیغام حضرت زینبؓ کو دیا، خود ان دونوں کا رشتہ پسند کیا، خود نکاح پڑھائے اور خود مہر اور دوسرا سامان دیا، اگر خود نکاح کرنا چاہتے تو یہ سب کیوں کرتے اور حضرت زینبؓ پر حضرت زیدؓ سے نکاح پر اصرار کیوں کرتے؟ آپ ﷺ پر یہ بھی الزام لگایا گیا کہ آپ ﷺ ایک دن اچانک حضرت زیدؓ کے گھر گئے، حضرت زینبؓ پر نگاہ پڑی، آپ ﷺ فوراً ان کو دیکھ کر متاثر ہو گئے اور واپس

ہو گئے، پھر حضرت زید گھر آئے، معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تھے اور پھر فوراً چلے گئے، اس کے بعد حضرت زیدؓ نے حضور ﷺ کی خاطر طلاق دینے کا ارادہ کیا، حالانکہ حضرت زینبؓ بچپن سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پرورش پائیں، آپ ہی کے خاندان کی تھیں، پردہ کا حکم نہیں آیا تھا، دن رات آپؐ ہی کے سامنے رہیں، آپ ﷺ ان کو بچپن سے اچھی طرح دیکھے ہوئے تھے؛ حضرت زیدؓ کے نکاح کے بعد دیکھ کر متاثر کیوں کر ہوں گے؟

اگر آیات ا تا ۳ کے ساتھ ملا کر سمجھ کر یہ فقرہ پڑھا جائے تو کھلے طور پر بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضرت زیدؓ جب اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کر رہے تھے تو اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو اشارہ کر دیا تھا کہ حضرت زیدؓ جب اپنی بیوی کو طلاق دیں تو ان کی مطلقہ سے آپ کو نکاح کرنا ہوگا، حضور ﷺ جانتے تھے کہ عرب معاشرہ میں یہ نکاح کیا معنیٰ رکھتا ہے، جبکہ سارا عرب ابھی آپ ﷺ کے خلاف ہے، آپ ﷺ شدید آزمائش میں مبتلا ہونے کا خطرہ محسوس کر رہے تھے، اس لئے نکاح سے ہچکچا رہے تھے، آپ ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ اگر یہ طلاق نہ دیں تو میں اس مسئلہ میں پڑنے سے بچ جاؤں گا، ورنہ ان کے طلاق دینے کی صورت میں مجھے بہر حال حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی، اور پھر لوگ مجھ پر الزام تراشی کر کے میرے کام کو متاثر کریں گے، مگر جب اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے قصداً حضرت زیدؓ کو طلاق سے روکا تاکہ آپ ﷺ اس کام کے الزامات سے بچ جائیں جس میں آپ ﷺ کو سخت مخالفت کا اندیشہ تھا، اللہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر وہ کام رسول ﷺ سے لینا چاہتا تھا اور فرمایا کہ: تم لوگوں سے ڈر رہے تھے؛ حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی:

حضرت زیدؓ لوگوں میں پھیلائے ہوئے حالات کا مقابلہ نہ کر سکے، ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ سارا ہنگامہ ان کے اس نکاح کے سبب ہوا ہے، اس کا صحیح علاج یہی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تاکہ حضرت زینبؓ کو بھی ذہنی سکون مل جائے اور ان کو بھی اطمینان کی سانس لینے کا موقع ملے، آخر کار فیصلہ تو انہیں کو لینا تھا، ایک سال سے زائد

کچھ عرصہ گذرا تھا، حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی، حضرت زینبؓ کو اس طلاق سے صدمہ ہوا، اطلاع ملتے ہی انہوں نے **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** پڑھا۔

رسول اللہ ﷺ سے حضرت زینبؓ کا نکاح:

جب حضرت زیدؓ نے بیوی کو طلاق دے دی تو عدت پوری ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ ہی کے ذریعہ ہی نکاح کا پیغام حضرت زینبؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم جاؤ اور زینبؓ کو مجھ سے نکاح کا پیغام دے دو۔

حضرت زیدؓ تشریف لے گئے، اس وقت وہ آٹے میں خمیر ڈال رہی تھیں، کہتے ہیں کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو میرا ان کا سامنا کرنا مشکل ہوگیا، میں ان کو دیکھ نہ سکا اور نہ کہہ سکا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے، میں نے ان کی طرف اپنی پیٹھ پھیر لی اور واپس جاتے ہوئے یہ کہا: اے زینب! تمہارے لئے خوشخبری ہے! حضور ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں ان کا پیغام تم تک پہنچادوں، اس پر حضرت زینبؓ نے کہا: میں کوئی بات اس وقت تک کرنے والی نہیں ہوں جب تک میں اپنے رب کے ساتھ اس معاملہ میں مشورہ نہ کرلوں، وہ اٹھیں اور اپنی جائے نماز پر نماز پڑھنے لگیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (مسلم، احمد، نسائی)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ نے خود یہ نکاح کر دیا جو عام شرائطِ نکاح سے الگ ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ نکاح کا حکم دیا، بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت زینبؓ اکثر دوسری ازواج مطہرات کے سامنے فخر سے فرماتی تھیں کہ تمہارا نکاح تو تمہارے والدین نے کیا، میرا نکاح تو خود اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا۔

نکاح کے ساتھ ہی پھر منافقین نے ہنگامہ کھڑا کردیا:

نکاح کے ساتھ ہی منافقین اور یہود نے ہنگامہ کھڑا کردیا کہ اسلام میں چار بیویوں کا حکم دے دیا گیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں چار بیویاں موجود ہیں، پھر یہ زائد نکاح کیوں؟ اور اپنے متبنّٰی کی مطلقہ سے یہ نکاح کیوں کیا گیا؟ یہ عرب کی روایات کے خلاف

ہے، ان کو جواب ملا کہ نبی نے یہ نکاح خود اپنی خواہش کی بناء پر نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ کے حکم پر کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے یہ عمل اس لئے کروایا کہ متبنّٰی کی یہ رسم ختم ہو جائے۔

لٰہذا یہ نکاح کوئی نبی کے گھر میں ایک بیوی کے اضافہ کرنے کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ ایک اہم مقصد کے تحت کیا گیا، پھر یہ بھی کہا گیا کہ یہ ہر نبی کی سنت رہی، یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، وہ ضرورت اور مصلحت کے تحت زیادہ نکاح کیسے کر سکتے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کی ۱۰۰/اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ۳۰۰/بیویاں تھیں، اور فرمایا محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور نہ متبنّٰی ان کا حقیقی بیٹا تھا، اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح حرام کیسے ہوگا؟

حقیقت پسندانہ نظر اور دل کے یقین کے ساتھ دیکھا، سوچا جائے تو حضرت محمد ﷺ اور تمام لوگوں کا آپس میں تعلق نبی اور قوم کا ہے، وہ ان میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، تمہارے اندر دو دل نہیں ایک ہی دل ہے، سچائی اور حقیقت کو سوچو اور سمجھو، اگر متبنّٰی بیٹے کو اصلی بیٹے کا درجہ دیا جائے تو سارا اسلامی نظامِ وراثت و رشتہ داری اور نظامِ معاشرت بالکل برباد اور ناکارہ بن جائے گا، رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہو رہی ہے، اس لئے زندگی کے تمام شعبوں کی اصلاح انہی سے کروانی ضروری ہے، ان کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا، اس طرح کے جاہلانہ تصورات کو اب قیامت تک کے لئے ختم کرنا ضروری تھا۔

صحابہؓ کا یہ مزاج تھا کہ وہ نبی ﷺ کی کسی بات کا انکار نہیں کرتے تھے

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تربیت کچھ اس طرح فرمائی تھی کہ اکثر اوقات خود رسول اللہ ﷺ صحابہؓ سے مشورہ طلب فرماتے یا کچھ تجویز اور رائے رکھتے اور انہیں اختیار کرنے یا نہ کرنے کی آزادی دیتے تھے یا اپنی تجویز پر صحابہؓ کی رائے مان لیتے اور جو بات وحی کے حکم سے آتی اس میں صحابہؓ کو کوئی اختیار نہیں دیا جاتا تھا، چنانچہ حضرت زینبؓ کے رشتہ کے بارے میں جو شروع میں نامنظور کیا گیا، وہ ان دونوں میں خاندانی اور

نسبتی کفائت اور مماثلت کے نہ ہونے پر تھا اور یہ وجہ شرعاً جائز اور مطلوب تھی، حضرت زینبؓ یا حضرت زیدؓ کے واقعہ میں ان میں سے کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کے کسی فیصلہ کی مخالفت نہیں کی، حضرت زینبؓ کو جب رسول اللہ ﷺ حضرت زیدؓ کے لئے پیغام دیا تو شاید وہ سمجھیں کہ یہ حکم نہیں تجویز اور رائے و مشورہ کا پیغام ہے، جس میں وہ خود رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی پسند یا ناپسند کے اظہار کے لئے آزاد ہیں، بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی خواہش یہی ہے کہ یہ رشتہ ہو، وحی کا حکم اللہ اور رسول کی نافرمانی نہیں کرنا ہے، تو انہوں نے بغیر وقت ضائع کئے منظور کرلیا۔

یہی حال حضرت زیدؓ کے طلاق کا ہے، انہوں نے حضور ﷺ کے کسی حکم کے فیصلہ کی خلاف ورزی نہیں کی، طلاق نہ دینے کی ترغیب میں حضور ﷺ کے ارشاد کو محض مشورہ اور رائے سمجھا، اس کو کوئی حکم یا فیصلہ نہیں سمجھا، انہوں نے خیال فرمایا ہوگا کہ اگرچہ حضور ﷺ کی خواہش یہی ہے کہ طلاق کی نوبت نہ آئے، لیکن یہ فیصلہ بہرحال انہی کو کرنا ہے کہ وہ نباہ کر سکتے ہیں یا نہیں، چنانچہ جب ان کو احساس ہوگیا کہ یہ رشتہ اب زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا تو طلاق دیدی، حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ کو جب حضرت زیدؓ کے ذریعہ نکاح کا پیغام دیا تو اس وقت بھی انہوں نے حکم یا فیصلہ نہیں سمجھا؛ بلکہ ایک تجویز اور پیغام ہی تصور کیا، اس لئے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں اپنے رب سے استخارہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی، اور استخارہ کے لئے نماز کا اہتمام کردیا۔

حضرت زیدؓ کو اللہ نے دل شکنی سے بچا کر اپنی محبت و عزت عطا فرمائی:

آیت ۱ تا ۵ میں اللہ نے حضرت زیدؓ کی منہ بولی ولدیت کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے منسوخ کردیا اور حکم دیا کہ ہر انسان کو اس کے باپ ہی کے نام سے پکارا جائے، جیسے ہی ولدیت قرآن کے حکم سے منسوخ کی گئی سارے صحابہؓ زید بن محمد کے بجائے فوراً زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنے لگے، یہ ان کے لئے بہت بڑے اعزاز سے محرومی تھی، اس کی وجہ سے ان کو بہت غم اور تکلیف ہوئی ہوگی۔

مگر پھر اللہ نے اس کا بدل اس طرح کر دیا کہ قرآن میں کسی صحابیؓ کا نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا سوائے حضرت زیدؓ کے، اس طرح لفظ زید قرآن مجید کا لفظ بن گیا اور قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا اور پڑھنے والے کو اس پر ۳۰ نیکیاں ملیں گی، اس پر خود حضرت زیدؓ اللہ کے اس اعزاز اور اللہ کی محبت میں خوشی سے روئے ہوں گے، بس اللہ جب کسی کو نوازنا چاہتا ہے تو اس طرح نوازتا ہے، اس کے بعد صحابہؓ ان کو زید بن حارثہؓ سے پکاریں تو کبھی غم نہیں ہوا ہوگا، یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ قیامت تک یہ نام قرآنی الفاظ میں شامل ہو گیا۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعہ سے ملنے والے اسباق و نصیحتیں

اس واقعہ پر اگر انسان عبرت و نصیحت کی نگاہ ڈالے تو اُسے حسب ذیل سبق اور نصیحتیں مل سکتی ہیں جو قیامت تک ایمان والوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلے انسان کو یہ عقیدہ و ایمان رکھنا چاہئے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور یہاں جو بھی حالات آئیں گے وہ اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر ہی سے آئیں گے، جس طرح حضرت زیدؓ اپنے ماں باپ سے علاحدہ کر دئے گئے، حضرت خدیجہؓ کے گھر پہنچ گئے، آزاد سے غلام بنا دئے گئے اور پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں دے دئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا متبنّٰی بنا لیا، پھر ہجرتِ مدینہ کے بعد تقدیر ہی کی بنیاد پر حضرت زینبؓ سے نکاح ہوا اور تقدیر ہی کی بنیاد پر طلاق ہوئی، انسان اگر اللہ کی تقدیر پر کامل ایمان رکھے تو اس پر منفی اور مثبت حالات میں صبر پیدا ہو سکتا ہے اور وہ بغیر کسی شکایت کے اللہ سے ہر حال میں راضی رہتا اور عبدیت و بندگی کرتا ہے۔

۲۔ دنیا کی اس زندگی میں اکثر عورتیں دولت مند گھرانے، حسب نسب میں اونچی، پڑھی لکھی، خوبصورت ہو سکتی ہیں، ان کے امتحان کی خاطر تقدیر الٰہی کے تحت ان کو ان کی پسند کا شوہر بھی نہیں مل سکتا، ایسی صورت میں اس واقعہ میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر لڑکی اپنے ذہن و دماغ پر حسب نسب، مال و دولت، بڑائی و خوبصورتی کا احساس رکھے گی تو وہ

شوہر کو قوّام کا درجہ نہیں دے سکے گی اور اس کو اپنے برابر نہ سمجھ سکے گی، اس کو اپنے سے کمتر سمجھنے کی وجہ سے اس کا رویہ بحیثیت بیوی کے شوہر کے ساتھ بے دلی، بیزاری اور محبت سے خالی ہوگا اور پھر شوہر کے ساتھ ہم خیالی پیدا نہ ہوگی، مجبوری کے ساتھ اطاعت کرے گی۔

اس سے ازدواجی زندگی پر بہت بُرا اثر پڑے گا، حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے درمیان یہی ہوا، ایک حساس شوہر بیوی کے طور طریقوں اور خدمت سے اس کی ذہنی نفسیات کا اندازہ لگالیتا ہے، پھر آہستہ آہستہ دونوں کے اندر دوری آنا شروع ہوجاتی ہے، نتیجہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے، اس لئے ایسی عورتوں کو شوہر کے ساتھ کامیاب زندگی گذارنے اور اپنے نکاح کو برباد ہونے سے بچانے کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ اللہ کو راضی رکھنے کے لئے محبت بھرے جذبات کا سلوک کرتے رہنا چاہئے اور اُسے اپنے سے بڑا اور قوّام سمجھنا ہوگا، اور اپنے دماغ سے حسب نسب اور دولت کا بھوت نکال دینا ضروری ہے، یہ بھی سمجھا جائے کہ یہ دنیا ہمیشہ کی نہیں مختصر وقت اور امتحان وآزمائش کے لئے ہے، اللہ نے اس کے مقدر میں جو شوہر رکھا تھا وہ اُسے ملا ہے، ایسی عورتوں کی زندگی جو اپنے حسن وخوبصورتی پر یا باپ بھائی کی دولت پر یا حسب نسب پر ناز رکھتی ہیں، طلاق کے بعد بربادی کا شکار ہوجاتی ہیں، ضروری نہیں کہ ان کو بعد میں بغیر شادی شدہ کنوارا مرد ملے۔

۳۔ اگر عورت کو اس کی پسند کا شوہر نہ ملے تو سب سے پہلے اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ایمان رکھنا چاہئے اور اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوکر یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ اللہ نے اس کے لئے یہی مرد بنایا، اس دنیا کو امتحان گاہ تصور کرے، اس سے اس کی زندگی میں صبر پیدا ہوگا، اور زندگی میں تلخی نہیں پیدا ہوگی، تقدیر پر ایمان اگر کمزور ہوجائے تو پھر عورت شیطان کا شکار ہوکر مرد کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش نہیں آتی، اللہ تعالیٰ عورت اور مرد دونوں کا امتحان منفی اور مثبت دونوں طریقوں سے لیتا ہے۔

۴۔ اس واقعہ میں یہ بھی ایک بہت بڑا سبق ہے کہ اسلام رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعد دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلے گا، دنیا کی دوسری قومیں اپنے شرک اور کفر کو چھوڑ کر اسلام میں

داخل ہوں گی، اگر ان کو اسلامی تعلیمات پوری طرح اور صحیح طریقوں سے نہ ملیں تو وہ توحید کے ساتھ ساتھ اسلام کو ماننے کے ساتھ ساتھ جاہلانہ طریقوں اور رسموں کو بھی اسلامی تعلیمات کو ادا کرنے ان غلط رسموں کے ساتھ زندگی گذاریں گے جس سے دین کی شکل بگڑ جائے گی اور اسلام کی خالص تعلیم صحیح شکل میں دنیا کو نظر نہیں آئے گی، جیسے کچرے میں ہیرا دب جاتا ہے، اس لئے معاشرہ کے دولت مند، عقلمند، سمجھدار لوگ، اثر ورسوخ رکھنے والے لوگ قوم کے سردار اور اصلاح کرنے والے جاہلیت کے وہ سارے کام جو معاشرے میں خاص طور پر مسلمانوں میں رواج پا جائیں ان کو ختم کرنے سب سے پہلے خود عمل کریں۔

اسلامی احکام اور سنت رسول ﷺ کے تحت اپنے رسم ورواج ادا کرتے ہوئے دوسرے انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بنیں تا کہ عوام الناس ان کی پیروی میں اسلام کی صحیح شکل کو اختیار کر سکیں، اگر وہ خود لوگوں کے خوف اور ڈر سے برائی کا ساتھ دیں گے تو پھر اسلام کی شکل بگڑی ہوئی حالت میں رہے گی اور لوگوں کی اصلاح نہیں ہوگی اور لوگ دین کی اصلی شکل نہیں دیکھ سکیں گے، چونکہ موجودہ زمانہ میں مصلحین اور اثر و رسوخ رکھنے والے خود اپنے کنبے اور خاندان والوں کے خوف اور عورتوں کے ان پر غلبہ کی وجہ سے جاہلانہ رسموں کو جاہلیت کہتے ہوئے بھی ساتھ دیتے ہیں، ان جاہلانہ رسموں میں شریک ہوتے ہیں، اس لئے عوام الناس کی اصلاح نہیں ہو پا رہی ہے، انبیاء کرامؑ نے معاشرہ کی تمام جہالت کو اللہ کے حکموں سے توڑا، اس راہ کے بڑے بڑے پتھر ہٹائے اور بڑے خطرے مول لئے اور اپنے آپ کو نمونہ اور مثال بنائے، ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق زندگی گذاریں، جاہلیت کا ساتھ نہ دیں، اللہ اور رسول کا ایمان والوں پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ کسی تعلق سے ان کو اللہ اور رسول کی مرضی واضح ہو جانے کے بعد وہ اپنی مرضی اور آرزو کو ختم کر کے اللہ ورسول کی اطاعت کریں، کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں، اکثر مصلحین لوگوں کی چیخ وپکار اور ناراضگی کے ڈر سے حق کا اظہار نہیں کرتے، صرف اپنی حد تک حق پر جمے رہتے ہیں۔

۵۔ اس میں یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ جب انسان کو اچھا ماحول اور نیک لوگوں کی صحبت ملے تو وہ اس ماحول اور صحبت کو ترجیح دے، حضرت زیدؓ باوجود بچہ ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی صحبت ملنے پر آپ ﷺ کے پیروں کو لپیٹ کر آپ ﷺ سے اپنی وابستگی اور صحبت ومحبت کی جو مثال پیش کی اور آزادی کا اختیار نامہ پانے کے باوجود غلامی کو ترجیح دی، اور والد و چچا کو جو جواب دیا اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ اپنے وطن، خاندان اور رشتہ داروں کو چھوڑا، اس کی مثال تاریخ میں یاد رکھنے کے قابل ہے، جس کی بدولت آپ صحابئ رسول بنے اور تمام صحابہؓ میں عزت وتعظیم سے دیکھے گئے، مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے غیاب میں امیرِ مدینہ بھی بنے اور اللہ ورسول ﷺ نے آپؓ پر انعام واحسان کیا، یہاں تک کہ قرآن مجید میں آپ کے نام کو آیات کا لفظ بنادیا جو قیامت تک تلاوت کیا جائے گا، اس لئے انسان دنیا کی زندگی میں اگر اللہ والوں کے ساتھ رہے گا تو وہ دنیا اور آخرت میں بلند مقام پاسکے گا، اس کو دین سیکھنے سمجھنے میں بہت آسانی ہوجائے گی اور وہ اپنی آخرت بنا سکے گا، حضرت زیدؓ باوجود بچے ہونے کے عقلمندی سے کام کیا اور یہی مثال قیامت تک آنے والوں کے لئے چھوڑی۔

٦۔ انسانی معاشرے میں بعض لوگ کسی انسان کے تعلق سے جو غریب ہوا دنیٰ گھرانے اور خاندان کا ہو، پڑھ لکھ کر اونچے عہدے اور کرسی پر آجائے، محنت کر کے مقدر کی دولت کمالے، خوشحال، موٹر بنگلے والا بن جائے تو بعض لوگ اس کی ترقی، عزت، مقام ومرتبہ سے جلن وحسد میں مبتلا ہوکر لوگوں کے سامنے اس کو حقیر، چھوٹا اور معمولی گھرانے کا ظاہر کرتے ہیں اور اس کا حقارت سے ذکر کر کے لوگوں کی نگاہوں میں اس کے مقام ومرتبہ اور عزت کو گرانا چاہتے ہیں، یہی چیز منافقین نے حضرت زیدؓ کے تعلق سے کی، ان کے مقام و مرتبہ کو گھٹانا چاہا جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، یہ منافقین کی صفات ہیں۔

۷۔ بعض لوگ کسی غریب پڑھے لکھے انسان کو اچھے حسب ونسب اور بڑے خاندان کی بیوی ملنے یا دولتمند گھرانے کا داماد بننے یا خوبصورت بیوی ملنے پر اس انسان کو لوگوں میں گرا کر بات کرتے ہیں اور کوئی رکشہ والے، آٹو والے یا درزی، ڈرائیور اور چپراسی کی اولاد

بتلا کر اس کو لوگوں کی نگاہوں میں بیوی کی نگاہوں میں بے عزت کرتے رہتے ہیں، جس طرح حضرت زیدؓ پر ایک عیب لگا ہوا تھا کہ وہ بنی ہاشم کے پروردہ اور انہی کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ بھی منافقین کا کردار ہے، اس سے ایمان والوں کو پرہیز کرنا چاہئے، دوسرے انسان کو ذلیل کرنا ان کا کام نہیں، عزت و ذلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔

۸۔ بعض لوگ میاں بیوی کی خوشحالی کو دیکھ کر یا ساس، بہو اور نندوں میں اتحاد و خوشحالی کو دیکھ کر گھروں میں فساد لگاتے اور میاں بیوی میں دوری پیدا کرنے غلط فہمیاں پیدا کرتے اور جھگڑے لگاتے ہیں، یا پھر بہو اور ساس کو ایک دوسرے سے دور کرتے ہیں تا کہ گھر میں فساد ہو، منافقین کے مرد اور عورتوں نے حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے نکاح سے جلن و حسد میں مبتلا ہو کر اس شادی کو ناکام کرنا چاہا اور مساواتِ انسانی کو رواج دینے سے روکنا چاہا، اور نفسیاتی طور پر مردوں اور عورتوں میں حضرت زیدؓ کے مقام کو گرایا اور حضرت زینبؓ کی نگاہوں میں شوہر کو گرا کر ان کو اونچے اور اعلیٰ مقام ہونے کا تصور دلایا اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کو غلط اور ظلم و زیادتی ثابت کرنے کی کوشش کی، یہ حرکت بھی منافقین اور اللہ سے نہ ڈرنے والوں کی ہے، آخرت سے بے خوفی کی ہے، ایمان والوں کو اس طرح کا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

۹۔ انسانی معاشرے میں جب معاشرے کی جاہلانہ رسمیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں، ان کی اصلاح کے لئے آواز بلند کی جاتی ہے تو جاہل، نادان، بیوقوف غلو میں مبتلا یا اللہ کے حدود کو پار کرنے والے یا منافق قسم کے لوگ ان رسموں اور بدعات و خرافات کو ختم نہ کرنے کی چیخ و پکار کرتے ہیں اور ان بدعات کو جاری رکھنے علم نہ رکھنے والے نادان لوگوں کو ترغیب دیتے رہتے ہیں اور اصلاح کرنے والوں کو گمراہ اور بے دین کہتے ہیں، ان سے لوگوں کو دور کرتے ہیں، اس طرح کا عمل اس واقعہ میں یہود اور منافقین نے کیا، اس لئے جب بھی کوئی بات کو بدعت اور گمراہی بتلا کر ختم کرنے کی آواز اٹھے تو اہل حق اس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جانچ کر تائید کریں، بغیر علم اور بلا تحقیق مخالفت نہ

کریں؛ ورنہ وہ بھی دین کو کمزور کرنے اور مٹانے والوں میں شمار کئے جائیں گے، متبنّٰی بیٹے کی مطلقہ بیوی سے منہ بولا باپ نکاح نہ کرنے کی یہ بدعت مشرکین کے معاشرے میں جڑ پکڑی ہوئی تھی جسے اسلام نے ختم کیا، اس پر مخالفین نے چیخ وپکار اور واویلا کیا۔

۱۰۔ جب بے سہارا، کمزور، غریب ونادار لوگ یا غیر مسلمین ہمارے پاس خدمت گذار یا نوکر بن کر آئیں تو ہمیں ان سے ایسا سلوک کرنا چاہئے کہ پھر وہ اپنے معاشرے میں جانے کو ناکامی، بیزاری اور گندگی سمجھیں، جس طرح حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آنے کے بعد پھر اپنے خاندان اور معاشرے میں جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

ایک مزدور جو غیر مسلم تھا؛ ایک مسلمان کے گھر چونا ڈالنے مزدوری پر آیا، دوپہر کے وقت کھانے کے اوقات کام سے رُک کر ہاتھ منہ دھوکر وہیں گھر میں بیٹھ گیا، صاحب خانہ یہ دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ کیا وہ دوپہر کا کھانا ساتھ نہیں لایا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا، اس پر صاحب خانہ نے اُسے اپنے دسترخوان پر بلایا اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے کو لگا کر ایک پلیٹ اپنے سامنے اور ایک پلیٹ اس کے سامنے بھی رکھ دی، اور کھانا ڈال کر کھانے کو کہا، اس مزدور کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور روتے ہوئے اس نے کہا: سرکار! آج تک مجھے میرے مذہب والے اتنی محبت، عزت وسلوک نہیں کئے جو آپ کر رہے ہیں سرکار! اس نے آنسو بہاتے ہوئے کھانا کھایا۔

میناکشی پورم مدراس میں ایک بزرگ اسی گاؤں میں رہتے تھے، وہاں بڑی ذات کے لوگ چھوٹی ذات والوں کو کھیتوں میں کام کرنے مزدوری پر بلاتے، مگر اپنے نل سے پانی لینے اور اپنی گلاس میں پانی پینے نہیں دیتے، یہاں تک کہ چھوٹی ذات والوں کی میت کو اپنے گھر کے سامنے سے جانے نہیں دیتے، یہ بزرگ بھی ان لوگوں کو اپنے کھیت میں کام کرنے بلایا کرتے، منہ ہاتھ دھونے اپنے حمام میں جانے کی اجازت دیتے، اپنا صابن استعمال کرنے دیتے، اپنے برتن میں کھانے پینے دیتے اور اپنے دسترخوان پر ساتھ لے کر کھاتے، ان کی میت کو اپنے گھر کے راستے سے جانے دیتے، وہ لوگ ایک زمانہ تک یہ دونوں فرق

دیکھ کر ایک دن پوری برادری نے اسلام قبول کرلیا، اس لئے ہمیں بھی تمام انسانوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کرنا چاہئے تاکہ کمزور لوگ دوسرے طبقے والے ہمارے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام سے قریب ہوں اور ہم سے دلی محبت کرنے والے بنیں۔

۱۱۔ مرشد اور اصلاح کرنے والی قوم کے بڑے رہبر جب اپنے ساتھیوں میں خوبی اور کمال دیکھیں تو ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں اور ان کو اپنے سے قریب کریں اور تمام ساتھیوں میں یعنی تمام اپنے مریدوں میں اپنے اس مرید سے جو قابل صلاحیت والا متقی و پرہیزگار ہو، اس کو خلیفہ بنا کر دوسروں کی اصلاح کا کام لیں، حضور اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو حضرت خدیجہؓ کے پاس دیکھتے ہی پہچان گئے اور سمجھ گئے کہ یہ لڑکا بہترین صلاحیتوں والا ہے، ان کی تربیت کی اور تمام بڑے بڑے صحابہؓ کے مقابلے ان کو امیر لشکر اور امیر مدینہ بنایا، ان کی بہت عزت و اکرام فرماتے تھے، ہمارے معاشرے میں مریدوں میں غریب متقی پرہیزگار کی عزت نہیں کی جاتی جو زیادہ مرشد کی چاپلوسی کرتا ہے، تعریفیں کرتا ہے اور روپیہ پیسہ ان پر لٹاتا ہے اس کو مقام دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پوری جماعت کی بربادی ہوجاتی ہے۔

۱۲۔ رشتوں کے تعلق سے عام طور پر خاندان قبیلہ حسب نسب خوشحال گھرانے کو بہت زیادہ دیکھا جاتا ہے، تقویٰ و پرہیزگاری کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دولت، حسب نسب، خاندان قبیلے اور خوبصورتی کے مقابلے دینداری کو ترجیح دو، بے دین، گوری اور خوبصورت لڑکی کے مقابلے دینداری، کالی، موٹے ہونٹوں والی لڑکی کو ترجیح دو، مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے کفو کا بھی خیال رکھنے کی ترغیب دی ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ لڑکیوں کا نکاح ان کے کفو میں کرنا چاہئے، نکاح کے کامیاب ہونے کے لئے میاں بیوی میں ہم خیالی ہونا اور برابری ہونا بھی بہت ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں جو خواتین تھیں وہ سرداروں کی بیٹیاں تھیں، مگر اس کی حکمت و مصلحت الگ تھی، اگر باہمی مماثلت کی رعایت نہ کی جائے تو

مقاصد نکاح میں خلل آ سکتا ہے، نا اتفاقی پیدا ہوسکتی ہے، اس کے باوجود اسلام میں ذلت و عزت کا اصل مدار تقویٰ و پرہیزگاری بتلایا، ایک بے دین انسان خاندانی شرافت، دولت، روپیہ پیسہ اور دنیا کی قابلیت کے لحاظ سے چاہے کتنا ہی عزت دار ہو اس کے مقابلہ اللہ کے نزدیک غریب، مفلس و دیندار انسان قابل قدر ہے، مالدار اور بے دین کی کوئی حیثیت نہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کے لئے متقی و پرہیزگار صحابی حضرت زیدؓ ہی کا انتخاب کیا جو رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور بہت سے موقعوں پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نے کفو کے حق کو نظر انداز کیا، رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں بہت سے نکاح اسی طرح غیر کفو میں صحابہ کرامؓ نے کئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لڑکیوں کا نکاح ان کے اولیاء ہی کے ذریعہ ہونا چاہئے، یعنی بالغ لڑکی کو بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے نکاح کا معاملہ وہ خود طے کرے، حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کام اس کے والدین اور اولیاء کریں، لیکن اگر عاقلہ و بالغہ لڑکی، مالدار خاندان یا حسب ونسب کے اعتبار سے اونچی ہونے کے باوجود غریب متقی پرہیزگار انسان سے نکاح پر راضی ہو کر اپنا یہ حق ساقط کردے تو اس کو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے، خاندان کے افراد کو بھی چاہئے کہ ایسے نکاح پر راضی ہو جائیں جو نسب اور خاندان کے اعتبار سے ان سے کم درجہ ہے تو ان کو اس کا حق حاصل ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بہت سے مواقع پر اس حق کو نظر انداز کرنے اور تقویٰ و پرہیزگاری پر نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور حضرت زیدؓ کے حق میں خاندانی کفائت کو نظر انداز کر کے نکاح کو منظور کیا۔

۱۳۔ بعض خواتین شوہر سے نا اتفاقی پر بغیر طلاق لئے علاحدہ ہو جاتی ہیں اور ان کے ذمہ دار جہالت و لاعلمی کی وجہ سے عدت کے دن پورے ہونے سے پہلے یا حمل ساقط ہونے سے پہلے یا دوسرے شہر میں جا کر اولاد ہو جانے کے بعد اس عورت کا نکاح پہلے مرد سے طلاق لئے بغیر دوسرے مرد سے کر دیتے ہیں؛ یہ کھلا زنا ہے، اور پہلے مرد کی اولاد کو دوسرے مرد کی نسبت دے کر ولدیت دوسرے مرد کی رکھ دیتے ہیں تا کہ قانوناً پہلا مرد بچے

کو لینے کا مطالبہ نہ کرے، یا اپنے بچے کو خاندان میں کسی لاولد ماں باپ کو دیتے ہیں، اب وہ لاولد ماں باپ یا دوسرا شوہر بچہ کو اپنی نسبت سے پالتا ہے اور لوگ اس بچے کو اسی ماں باپ کے نام سے پکارتے ہیں، یہ اسلام کی نگاہ میں ظلم اور اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

ان آیات میں اللہ نے ہر انسان کو اس کے اصلی ماں باپ کے نام سے پکارنے کی تعلیم دی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ پہلے لوگ حضرت زید بن حارثہؓ کو زید بن محمد ﷺ کہتے تھے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام صحابہؓ حضرت زیدؓ کو زید بن محمد ﷺ کے بجائے فوراً زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

اس حکم کے نازل ہو جانے کے بعد یہ بات حرام قرار دے دی گئی کہ کوئی شخص اپنے حقیقی باپ کے سواء کسی اور کی طرف اپنا نسب منسوب کرے، بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سواء کسی اور کا بیٹا کہا؛ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے، اس پر جنت حرام ہے، اس عمل کو سخت گناہ کہا گیا۔

۱۴۔ میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے یا لڑائی جھگڑا ہو جائے تو فوراً طلاق کے لئے جلدی نہ کریں، دونوں ٹھنڈے دماغ سے سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کی کوشش کریں، ہو سکے تو اپنے اپنے بڑوں سے مشورہ لیں، اس سے عقل آسکتی ہے، بچوں کی بربادی نہیں ہوتی، حضرت زیدؓ بار بار رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کرتے رہے۔

۱۴۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ سے طلاق کا ارادہ سن کر فرمایا: اللہ سے ڈرو! یعنی بیوی کا حق برابر ادا کرتے رہو، بعض حالات میں بیوی کی بے رخی، بے دلی اور محبت میں کمی یا لاپرواہی یا نافرمانی پر شوہر غصہ میں اس کو ستاتا ہے، جھڑکتا، گالیاں دیتا ہے یا نفرت سے اس سے دور رہتا ہے، یا اس کو اس کے ماں باپ کے پاس بھیج دیتا ہے، نان نفقہ نہیں دیتا، مہر ادا نہیں کرتا یا اس کا دیا ہوا مال کھا جاتا ہے، یہ سب ظلم ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں اللہ سے ڈرنے اور حق ادا کرنے کی تعلیم دی۔

(حصہ دوم)

معاشرتی زندگی کے احکام

سورۃ الاحزاب پارہ:۲۲،آیت ۵۳،۵۴۔اور ۵۹:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتَ النَّبِیِّ إِلَّا أَن یُؤْذَنَ لَکُمْ إِلَی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِینَ إِنَاهُ وَلَکِنْ إِذَا دُعِیتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِینَ لِحَدِیثٍ إِنَّ ذَلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیِی مِنکُمْ وَاللَّهُ لَا یَسْتَحْیِی مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِکُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِکُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا کَانَ لَکُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنکِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَداً إِنَّ ذَلِکُمْ کَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِیماً o إِن تُبْدُوا شَیْئاً أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیماً o

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں بغیر اجازت نہ چلے آیا کرو! نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرتے بیٹھے نہ رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ شرم و لحاظ کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا، نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا (یا بات کرنا) ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے، تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے، تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ کو ہر بات کا علم ہے''۔

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِن جَلَابِیبِهِنَّ ذَلِکَ أَدْنَی أَن یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِیماً o

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔(الاحزاب:۵۹)

ان آیات میں ایمان والوں کو معاشرتی آداب و اخلاق کی تعلیم دی گئی، ان آیات میں جو احکام دئے گئے وہ یہ ہیں:

۱۔ بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل نہیں ہونا۔
۲۔ بغیر دعوت طعام کے کسی کے گھر کھانے کے وقت نہ جانا۔
۳۔ کھانے کی دعوت پر کھانے کے انتظار میں پہلے سے جا کر انتظار کرتے ہوئے بیٹھے نہیں رہنا، یعنی کھانا تیار ہونے سے پہلے آ کر نہ بیٹھ جانا۔
۴۔ جو وقت بلایا جائے اس وقت جانا۔
۵۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد فوراً منتشر ہو جانا۔
۶۔ عورتوں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگنا۔
۷۔ غیر عورتوں سے کوئی چیز مانگنا یا بات کرنا ہو تو پردہ کی آڑ سے بات کرنا یا مانگنا۔
۸۔ عورتیں گھروں سے باہر نکلتے وقت سروں پر سے چادر اوڑھ لیا کریں۔

بغیر اجازت گھروں میں آنے جانے کا رواج

زمانۂ جاہلیت میں عرب لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بغیر اجازت چلے آتے تھے اور اندر آنے کے بعد گھر کی عورتوں، لڑکیوں اور بچوں سے صاحبِ خانہ کی موجودگی کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔

آج کے دور میں بھی بہت سے غیر مسلم گھرانوں یا مسلم ماڈرن گھرانوں میں لوگ گیٹ کھول کر سیدھے اندر آ جاتے ہیں اور عورتوں سے صاحب خانہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔

بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونا فساد پیدا کرتا ہے:۔

چنانچہ بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے سے بہت خرابیاں اور فساد پیدا ہوتا ہے، بہت سے غیر مرد صاحب خانہ کے گھر پر موجود نہ ہونے سے عورتوں سے غیر ضروری باتیں

پوچھتے ہیں اوران سے ناجائز تعلقات بھی پیدا کر لیتے ہیں، یا عورت کو اکیلی پا کر عصمت لوٹی جاسکتی ہے، ڈرا دھمکا کر مال و دولت لے کر فرار ہوسکتے ہیں یا غیر مرد کو گھر میں موجود پا کر صاحبِ خانہ باہر سے آجائے تو غلط فہمی میں مبتلا ہوسکتا ہے، چنانچہ انسانوں کی معاشرتی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات رونما ہوئے جن میں بغیر اجازت گھروں میں آنے کا رواج ہے اور تھا، بعض وقت عورتیں گھروں میں گھریلو مختلف لباس میں ہوتی ہیں یا نیم عریاں حالت میں بھی ہوتی ہیں، اس سے شرم وحیاء کا ماحول ختم ہوجاتا ہے۔

اس لئے اللہ بہت ساری حکمتوں کے تحت ایمان والوں کو یہ تاکید کر رہا ہے کہ وہ چاہے نامحرم رشتہ دار ہوں، چاہے قریبی دوست احباب ہی کیوں نہ ہوں، ایک دوسرے کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں، اس کی پوری تفصیل سورۂ نور میں دی گئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا معاشرہ:

چونکہ معاشرہ میں پردے کا رواج نہیں تھا اور عورتوں اور مردوں کے لئے علاحدہ دیوان خانے اور زنانہ کمرے نہیں ہوتے تھے، زیادہ تر مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف نکلنے یا ایک ہی کمرے میں بیٹھنے کا طریقہ تھا، اس لئے بھی لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا جھجک چلے آتے تھے، اور مخلوط معاشرہ بنا ہوا تھا، کوئی اس کو بُرا خیال نہیں کرتا کہ غیر مرد ان کی عورتوں سے بات کرے یا بغیر اجازت گھر کے اندر آجائے، ہنسی مذاق کرے یا کوئی چیز مانگے، اس لئے اللہ نے اپنی حکمت سے سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ بغیر اجازت گھروں میں داخل نہ ہوں۔

نبی ﷺ کا گھر اُمتیوں کے لئے درس گاہ تھا:

چونکہ وحی کے احکام نازل ہو رہے تھے، لوگ نئے نئے ایمان لا رہے تھے، ان کو اسلامی احکام پر چلنے اور صحیح معلومات حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہر وقت آنا اور مسائل دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی، شرک اور توحید کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی، اس لئے آپ کا گھر مقام اجتماع تھا، اس لئے لوگ حضور ﷺ کے گھر میں بھی بالکل

آداب کا خیال نہ رکھ کر بغیر اجازت آجاتے تھے اور علم وحکمت حاصل کرتے تھے، یقینی بات ہے کہ جب پردہ کا حکم ہی نہیں تھا تو لوگ اجازت لے کر اندر آنے کے بجائے بغیر اجازت گھروں میں آتے جاتے تھے، اور آج بھی غیر مسلموں میں اور مسلم ماڈرن گھروں میں پردہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مرد اور عورتیں ایک ہی ہال میں بیٹھتے ہیں یا عورتوں مردوں کے غیاب میں غیر مرد کو گھر میں بیٹھاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا رسول اللہ ﷺ کو مشورہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے زبردست فراست عطا فرمائی تھی، آپ کو رسول ﷺ کے گھر میں لوگوں کا اس طرح آنا جانا تکلیف دے رہا تھا، وہ حساس وغیرت مند ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو بارہا یہ مشورہ دیا کہ حضور ﷺ آپ کے پاس اچھے بُرے سبھی لوگ آتے جاتے ہیں، آپ اگر ازواجؓ مطہرات کو پردے کا حکم دے دیں تو بہت بہتر رہے گا، حضور ﷺ کے سامنے حجاب نافذ کرنے کی تجویز رکھی، (بخاری عن انسؓ بن مالک) لیکن چونکہ رسول ﷺ اللہ کے حکم کے بغیر قانون سازی میں خود مختار نہیں تھے اس لئے آپ حضرت عمرؓ کے مشورہ کو سنتے اور اللہ کے حکم کے منتظر تھے، اپنی طرف سے کوئی حکم جاری کرنا نہیں چاہتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی غیر مہذب عادتیں:

ایک غیر مہذب عادت عربوں میں یہ بھی تھی کہ اہل عرب کسی دوست یا ملاقاتی کے گھر کھانے کا وقت تاک کر پہنچ جاتے تھے یا اس کے گھر ملاقات کی غرض سے پہلے سے آکر بیٹھ جاتے اور کھانے کا وقت ہونے تک بیٹھے رہتے تھے یا کوئی اچھا عمدہ کھانا پکنے کا احساس ہوجائے تو بغیر دعوت دئے کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔

اس حرکت کی وجہ سے صاحبِ خانہ کو تکلیف بھی ہوسکتی ہے یا تو ان کے پاس اضافہ لوگ جو بیٹھ گئے ہوں ان کے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا یا صاحبِ خانہ کے پاس گنجائش بھی ہو یا وہ خود کھانے کا وقت آجانے پر ملاقاتی لوگوں کے جانے کا انتظار کرکے خود کھانا نہ کھائے، یا وہ اپنے لئے سیدھا سادا کھانا کھاتا ہو؛ آنے والوں کی صحیح طریقے سے خاطر

تواضع نہ کرسکے، یا اُسے آنے والوں کوکھلانے کے لئے مزید غذاء بازار سے منگوانی پڑے اوراس کے پاس اس کی استطاعت ہونا بھی ضروری ہے۔

اس لئے اہل ایمان کو باشعور مسلمانوں کواس قسم کی غیر مہذب عادت سے دور رہنا چاہئے اور خاص طور پر کھانے کا وقت تاک کر یا کسی کے گھر جا کر زبردستی مہمان نہیں بننا چاہئے، یاملاقات کی نیت سے جا کر کھانے کا وقت آنے تک نہیں بیٹھے رہنا چاہئے، یا کوئی عمدہ غذائیں تیار ہونے کی خوشبو محسوس ہوتو وہیں جم کرنہیں بیٹھ جانا چاہئے، اس طرح زبردستی مہمان بن کرلوگوں کوتکلیف میں مبتلا کرنا یہ اسلامی ومہذب عادت نہیں ہے۔

ان آیات کاتعلق خاص حضرت زینبؓ کے ولیمہ سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح جب رسول اللہ ﷺ سے ہوگیا،اور نکاح کے بعد جب وہ رخصت ہوکرحرمِ نبوی میں آگئیں تب رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کا اہتمام کیا، حضرت انسؓ کے ذریعہ لوگوں کودعوتِ طعام دے کر بلوایا گیا، کھانے کے بعد سب لوگ چلے گئے، دسترخوان بھی اُٹھالیا گیا، تین لوگ وہیں جم کرآپس میں باتیں کرتے بیٹھے رہے، حضور اکرم ﷺ اسی کمرے میں تھے، ام المؤمنین حضرت زینبؓ جوحیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف رُخ پھیر کربیٹھی تھیں، ان تین لوگوں کے اس طرح دیرتک بیٹھے رہنے سے رسول اللہ ﷺ کوتکلیف ہورہی تھی، حضور اکرم ﷺ نے ان کوکچھ نہ کہا، ان کے جانے کے انتظار ہی میں رہے، انتظار میں یکے بعد دیگرے دوسری ازواج کے کمروں میں گئے، واپس آکر دیکھا کہ وہ تینوں ابھی مصروفِ گفتگو ہیں؛ تب پھر حضرت عائشہؓ کے کمرے میں تشریف لے گئے، جب ان کواحساس ہوا کہ دسترخوان اٹھالیا گیا ہے اور سب لوگ جاچکے ہیں تب وہ لوگ اُٹھے اور چلے گئے، تب حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی اورآپ ﷺ ان کے جانے کے بعد کمرے میں تشریف لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کالوگوں کے ساتھ دلداری کا سلوک:

رسول اللہ ﷺ کی نرمی کا یہ عالم تھا کہ آپ منہ کھول کرلوگوں کی دل شکنی، شرم اور

مروت کے پیش نظر ان کو کمرہ خالی کرنے اور باہر جانے کے لئے نہ کہہ سکے کہ کہیں وہ لوگ بے عزتی وشرمندگی محسوس نہ کریں، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ابھی حضور اکرم ﷺ کمرے میں پوری طرح داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیات اور حجاب کا حکم نازل ہوگیا۔(ترمذی)

دعوتِ طعام میں بن بلائے آنے سے منع کیا گیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقین اور مخالفین کو تالیف قلبی کے تحت دعوت طعام میں بلا لیتے تھے، اگر نہ بھی بلاتے اور اس کی اطلاع ان کو ہوجاتی تو وہ بغیر بلائے زبردستی مہمان بن کر کسی کے ساتھ خود ہی آجاتے تھے یا کوئی رسول اللہ ﷺ سے کچھ بات کرنے آتا تو اس کے ساتھ زبردستی مہمان بن کر آجاتے اور کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہتے، یا اچھے کھانے کی خوشبو پر زبردستی کسی کے ساتھ ملنے کے بہانے سے آجاتے تھے اور مجلس جما کر بیٹھے رہتے تھے، رسول اللہ ﷺ اپنی نرم طبیعت کی وجہ سے ان کو کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس بیہودہ عادت سے ان آیات میں منع فرمایا ہے اور باقاعدہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ تاکید فرمائی: ''اے لوگو! تمہاری ان حرکتوں سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، مگر وہ شرم وحیاء کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا''۔

موجودہ زمانہ میں لوگ حالانکہ تعلیم حاصل کر کے پڑھے لکھے خوشحال اور دولت مند ہیں اس کے باوجود یا تو اپنے ساتھ بغیر دعوت کے دوستوں کو ساتھ لیجاتے ہیں یا خود کسی دوست کے ساتھ دعوت میں گھس جاتے ہیں اور عین دعوت کے وقت مہمانوں کے سامنے صاحب خانہ میزبان سے دوست کو ساتھ لیجانے کی اجازت مانگتے ہیں، یقینی بات ہے کہ لوگ نرمی، مروت اور دل شکنی سے بچنے کے لئے اوپری دل سے اجازت دے دیتے ہیں اور پھر بعد میں ان کی غیبت دوسروں سے کرتے ہیں یا پھر پیسے والے دولت مند لوگ ٹیکسی، آٹو یا اپنی ذاتی کار میں آکر اپنے ڈرائیو، نوکر یا نوکرانی کا بغیر دعوت اور بغیر میزبان سے پوچھے اپنے ساتھ دعوتِ طعام میں شریک ہوتے ہیں، یا پھر بعض لوگ بیروں کے دوست ہوتے ہیں یا کثیر مجمع دیکھ کر بغیر دعوت کے سب مہمانوں کے ساتھ گھس کر مہمان

بن کر کھا کر نکل جاتے ہیں، لڑکی والے سمجھتے ہیں کہ یہ شاید لڑکے والوں کی طرف سے ہوں گے اور لڑکے والے سمجھتے ہیں کہ شاید یہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بغیر دعوت کے داخل ہو گیا وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا وڈاکو بن کر نکلا، موجودہ زمانہ میں یہ ذلیل اور غیر اخلاقی حرکت بہت زیادہ ہوگئی ہے، غیر مسلموں کو دعوت دی جائے تو وہ اپنے ساتھ دو تین ساتھیوں کو لے کر آجاتے ہیں، اس لئے کہ اس قسم کے لذیذ کھانے اور غذائیں ان کے پاس نہیں بنتیں، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بن بلائے دعوتِ طعام پر کسی کے گھر جانے سے منع کیا ہے، خاص طور پر ایمان والوں کو اس قسم کی غیر مہذب حرکت اور ایسے اخلاق رذیلہ سے بہت دور رہنا ہوگا۔

میزبان عام طور پر حساب سے مہمانوں کے لئے کھانا پکاتے ہیں، اگر دس بارہ مہمان بن بلائے دعوتیوں کو ساتھ لائیں اور لوگ اپنے اپنے ڈرائیور، نوکر، خادمہ وغیرہ کو بغیر اجازت لاکر دعوت میں شریک کرلیں تو آخر میں مہمانوں کے لئے کھانا کم پڑے گا اور میزبان بے عزت ہوجائے گا اور باقی مہمانوں کے فوراً کھانے کے انتظام میں پریشان ہونا پڑے گا، اس بدنظمی پر لوگوں کو پھر کھانا تیار ہونے تک انتظار کرنا ہوگا یا مہمان غصہ ہوکر میزبان کی غیبت اور اس پر طعن وتشنیع کریں گے۔

کھانے پر بلانے کے وقت جانے کی تاکید:

ان آیات میں کھانے کے وقت جانے کی تاکید ہے کہ پہلے سے کھانے کے انتظار میں تاکتے بیٹھے نہ رہو، موجودہ زمانہ میں دعوت نامہ پر جو وقت دعوتِ طعام کا لکھا جاتا ہے اس وقت سے دو ڈھائی گھنٹے تاخیر سے کھانا کھلایا جاتا ہے، میزبان یا تو خود شادی خانہ سے دیر سے آتے ہیں اور مہمان چونکہ میزبان دیر سے آنے کا رواج پاتے دیکھ کر وہ بھی اطمینان اور تاخیر سے آتے ہیں، جو مہمان دعوت نامہ کے وقت کے لحاظ سے آجاتے ہیں انہیں ایک دعوت کے لئے تین سے چار گھنٹے انتظار میں بیٹھنا پڑتا ہے، میزبان کم لوگوں کے وقت پر آجانے پر ان کو کھانا نہیں کھلاتے؛ بلکہ سو دو سو مہمانوں کا انتظار کرنے دولہا آنے کے بعد کھانا کھلایا

جاتا ہے، یہ انتہائی غیر اخلاقی و غیر مہذب عادت ہے، لوگوں کو دعوت دے کر انتظار کروانا اور بھوک کی تکلیف میں مبتلا کرنا اس سے میزبان گنہگار ہوجاتا ہے، بہت سے لوگ بوڑھے، مریض اور چھوٹے بچے ہوتے ہیں جو زیادہ دیر بھوک برداشت نہیں کرسکتے ان کو تکلیف دینا سخت گناہ کی بات ہے، یہ ایمان والوں کا طریقہ نہیں ہوتا، جس طرح اللہ نے دعوت طعام کے وقت جانے اور کھانے کے لئے تکتے بیٹھنے سے منع کیا اسی طرح دعوتیوں کو بلاکر کھانے کے انتظار میں بٹھانے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ یہ گناہ ہے، اللہ کے حکم کی یہ بھی سراسر نافرمانی ہے، اس طرح مہمانوں کی بے عزتی کرنا ہے اور یہ بھی سخت گناہ ہے۔

کھانے کے بعد فوراً منتشر ہوجانے کا حکم:

ایمان والے اپنے وقت کی حفاظت کرتے ہیں اور وقت کو برباد کرکے بے شعوری و غفلت کی زندگی نہیں گذارتے، اللہ نے جیسے ہی حجاب کا حکم نازل فرمایا مردوں اور عورتوں کے بیٹھنے کے کمرے علاحدہ علاحدہ کردئے گئے اور دونوں ایک دوسرے سے سختی سے پردہ کرنا شروع کردیا، موجودہ زمانہ میں شادی خانے بڑے بڑے ہونے کی وجہ سے عورتیں اور مرد کھانے کے بعد رات کا بڑا حصہ شادی خانوں میں برباد کرتے ہیں، بیکار باتیں، مختلف خاندانوں کے قصے اور ان کی غیبتیں کرتے ہیں، یا لہولعب، قوالی، گانے بجانے اور آرکیسٹرا، مذاق ودل لگی کی محفلیں سجاتے ہیں، اگر ان کاموں میں رہ کر وقت گذاریں گےتو اللہ کا عذاب نازل ہوگا، اس لئے کہ اللہ نے خاص طور پر کھانا کھانے کے بعد فوراً منتشر ہوجانے کا حکم فرمایا ہے، لوگ دعوتوں میں آنے کو سنت کہہ کر حاضر تو ہوتے ہیں مگر نہ عشاء کی اور نہ ہی صبح فجر کی نماز کا اہتمام کرتے ہیں، سارا وقت چھ سات گھنٹے دعوت ہی میں خرچ کرتے ہیں، کیا اس طرح کی زندگی مسلمانیت ہے؟ ذرا ایمانداری سے سوچئے! دیر تک بیٹھ کر میزبان اور دولہا دولہن کو تکلیف دینا، بجلی کا خرچ بڑھانا یہ سب عقلمندی کے کام نہیں ہیں، اللہ نے کھانے کے بعد باتیں کرتے بیٹھنے سے خاص طور پر منع فرمایا ہے اور اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ اس کے منع کرنے کے بعد بھی اس کی نافرمانی کی جائے۔

(حصہ سوم)

پردے کی اہمیت اور ضرورت

عورتوں سے مجبوراً گفتگو اور سوال کرنا ہی ہو تو پردہ کی آڑ سے کرنا ہوگا:

اس آیت کے ذریعہ اللہ نے مردوں اور عورتوں کو علاحدہ علاحدہ کر کے حجاب کا حکم دیا ہے، اور کسی غیر مرد کو کسی غیر عورت سے مجبوراً بات کرنے یا کچھ مانگنے کی ضرورت پڑے تو پردے کی آڑ سے مانگنے کا حکم دیا ہے، آمنے سامنے کھڑے ہو کر بات چیت سے منع فرمایا اور یہ بتلایا گیا کہ پردہ سے مرد اور عورت' نفسانی خواہش اور وساوس کی خرابی سے محفوظ رہیں گے، حالانکہ یہ حکم ازواج مطہراتؓ کو ہے جن کے دلوں کو پاک وصاف رکھنے کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، دوسری طرف صحابہؓ ہیں۔

منافقین اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دل میں برائی اور فساد کی نیت سے ازواج مطہراتؓ کے بالکل سامنے جا کر پانی، گلاس، برتن وغیرہ مانگتے تھے اور فتنہ پیدا کرنا چاہتے تھے، حضور اکرم ﷺ ان لوگوں کی ساری حرکتوں کو محسوس کرتے تھے، نبی کو مہمانوں کے اس طرز عمل سے تکلیف ہوتی تھی مگر ان کو ادب سکھانے میں تکلف محسوس کر رہے تھے، اللہ نے حق بات کے اظہار میں حیاء نہیں کی، مہمانی کے آداب سکھانا آپ کے فرائض میں سے تھا، مگر مہمانوں کی دل شکنی سے بچنے کے لئے خود تکلیف برداشت کر لیتے تھے، یہ تمام حالات پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کے تھے، جبکہ عام لوگ عورتوں کے درمیان آتے تھے، پردہ کا حکم آجانے کے بعد باقاعدہ زنانہ اور مردانہ کے بیٹھنے کے لئے الگ الگ انتظام کر دئے گئے، ازواج مطہراتؓ اور صحابہؓ کے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دئے گئے اور عورتیں پوری طرح پردے میں رہنے لگیں۔

اسکارف باندھ کر چہرہ کھلا رکھنے سے پردہ کا حکم پورا نہیں ہوتا!

موجودہ زمانہ میں منافقین سے زیادہ مسلمان ان آداب کے بہت زیادہ محتاج ہیں، اس لئے کہ مغرب کی تقلید میں مسلمان پردہ اپنے اوپر سے ختم کر چکے ہیں، عورتیں پردہ

کرنے کو غیر مہذب طریقہ اور گھٹیا پن سمجھتی ہیں اور باقاعدہ بے پردگی میں فیشن کے لباس کے ساتھ اسکارف باندھ کر سڑکوں، محلّوں، بازاروں اور دعوتوں میں گھومتی پھرتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ پردہ آنکھ اور دل میں ہونا چاہئے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دلوں کی پاکیزگی کے لئے پردہ انسانوں کے لئے عمدہ تہذیب اور ضروری ہے۔

دلوں کی پاکیزگی مکمل پردہ کرنے میں ہے:

جس انسان کی فطرت صاف شفاف اور صحیح و سالم ہو اور جو حساس نگاہ سے اندھا نہ ہو وہ اس آیت کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ عورت اور مرد کے آمنے سامنے آ کر نہیں؛ بلکہ پردے کے پیچھے سے بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس سے دلوں کی پاکیزگی و عفت کے لئے یہ مصلحت بتلائی کہ یہ طریقہ انسانی تہذیب و تمدن کے لئے سب سے بہتر اور اچھا ہے، لوگوں نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے ذہن سے انسانی ماحول کو مخلوط و حیوانی بنا دیا، جس کی وجہ سے پردہ کی اہمیت ختم ہو گئی اور عورتیں و مرد بے تکلف آزادی و بے پردگی کے ساتھ میل جول بڑھا لئے ہیں، جو لوگ اللہ کے کلام پر عمل نہیں کرنا چاہتے اور اسلامی احکام کو توڑنا چاہتے ہیں اور نفس کی خواہش پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ زبان سے اللہ کے اس حکم کا انکار تو نہیں کرتے مگر عمل سے یہ حکم نہیں مان رہے ہیں، آخر یہ کیسا اسلام ہے جس میں آدھے مسلمان اور آدھے غیر مسلم بنے رہتے ہیں؟ ان کے نزدیک نماز نہ پڑھنا، پردہ نہ کرنا، نیم برہنہ رہنا، فضول خرچی کرنا، فحش بکنا، غیبت کرنا وغیرہ یہ سب چیزوں کی اہمیت ہی نہیں ہوتی، اسلام کی کھلے طور پر خلاف ورزی کر کے بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، دلوں کو پاک رکھنے عورت و مرد کا الگ اور علاحدہ رہنا ضروری ہے اور یہی انسان کی فطرت بھی ہے، عورت اور مرد کا ایک ساتھ بیٹھنا اُٹھنا اور بے پردگی کے ساتھ ملنا جلنا فتنہ اور فساد پیدا کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے اور وہ شیطان کی تیروں میں سے ایک تیر بن جاتی ہے، اور انسانوں میں برائی اور گناہ پھیلانے کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔

پردہ نہ کرنے سے بے حیائی اور زِنا کے راستے پیدا ہوتے ہیں:

چنانچہ بے پردہ عورت کی چال سے، آواز سے، اس کے چہرے کی خوبصورتی سے، اس کے جسم کی ساخت سے، اس کے بالوں سے، اس کے ہنسنے اور مسکرانے سے، ہزاروں غیر مرد مزا لیتے ہیں، چنانچہ اسلام نے زنا صرف شرمگاہ سے مزہ اُٹھانے کو نہیں بتلایا ہے؛ بلکہ جسم کے تمام اعضاء میں سے کسی ایک سے بھی لذت لینے کو زنا بتلایا ہے، انسان ان تمام اعضاء کے ذریعہ پہلے زنا کے لئے تیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر شرمگاہ سے اس کی تکمیل کرتا ہے، اسی لئے معاشرہ کو جرائم سے پاک رکھنے کے لئے اللہ نے پردے کا حکم نازل فرمایا۔

گھر سے باہر نکلنے پر مکمل حجاب (پردہ) کرنے کا حکم:

اسی سورۃ میں اللہ نے آگے یہ بھی حکم دیا کہ جب شرعی ضرورت سے باہر نکلنا ہوتو عورتیں اپنی چادریں پوری طرح اوڑھ کر نکلیں، سر سے پیر تک اپنے جسم کو ڈھانک کر اور اپنے کو مکمل چادر میں لپیٹ کر نکلیں، اسلام نے یہاں تک تعلیم دی کہ غیر مردوں کے درمیان، بازاروں اور راستوں میں خوشبو لگا کر نہ نکلیں، بجنے والا زیور پہن کر نہ نکلیں، راستے کے درمیان اور مردوں کے بیچ سے نہ چلیں، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہوں، باہر نکلتے وقت چہرہ اور ناک بھی چھپے ہوئے ہوں، صرف آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی رکھیں، عورت کو گھروں میں شوہر کے علاوہ اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کھلی رکھنے کی اجازت ہے، اپنے جسم کے نشیب وفراز کو گھروں میں بھی حجاب میں رکھنے کی سخت تاکید ہے، عورت کا اصل مقام گھروں کی چاردیواری ہے، جب ضرورت کے تحت باہر نکلنا ہوتو جسم کو پوری طرح چھپا کر نکلیں، عورت کا بدن چھپانا شرعی، عقلی اور فطری حق اور فرض ہے، ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ہے، اسلام نے زنا سے بچانے اس کے تمام اسباب پر پابندی لگادی، ایک حدیث میں یہ مفہوم بھی ہے کہ عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر پردے میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال فرمایا: عورت کے لئے کیا چیز

بہتر ہے؟ صحابہؓ خاموش رہے؛ کوئی جواب نہیں دیا، حضرت علیؓ جب گھر گئے تو یہی سوال حضرت فاطمہؓ سے کیا، انہوں نے فرمایا: عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ کوئی مرد اُن کو دیکھے، جب یہ جواب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے سنایا تو آپ نے فرمایا: بیشک انہوں نے درست کہا، بیشک وہ میرا ایک جزء ہے۔

تقویٰ کا مکمل انحصار دل کی پاکیزگی پر ہے!

جس نے انسان کا دل بنایا وہ بہتر جانتا ہے کہ دل کس طرح بُرے خیالات قبول کرتا ہے؟ وہ دل کی تمام کمزوریوں سے واقف ہے، انسان کی روحانی صحت اور اخلاقی صحت کا پورا دارومدار دل کی نیت پر ہے، دل میں صحت پیدا ہو جائے تو انسان تقویٰ اختیار کرسکتا ہے، مرد کے لئے عورت بہت بڑی کمزوری ہے، اس میں شیطان نے بڑے بڑے عبادت گذاروں کو ناکام بنادیا، ہابیل وقابیل میں عورت ہی کی وجہ سے قتل کا واقعہ پیش آیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، وہ اگر صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے، وہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، وہ انسان کا دل ہے۔

جو چیز جتنی زیادہ اہم اور قدر و قیمت والی ہوتی ہے اس کی حفاظت اتنی ہی زیادہ احتیاط سے کرنا چاہئے، اس لئے اللہ نے حجاب کے ذریعہ دل کی پاکیزگی کا زبردست انتظام فرمایا؛ تاکہ انسانی معاشرہ گندگی اور نجاست جیسے اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو اور عورتوں کی عصمت کی حفاظت ہو۔

انسانی معاشرہ کو گندگی سے پاک رکھنے کے لئے پردہ ضروری ہے!

مگر انسان، اللہ کی اس حکمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آج مغربی معاشرہ، زنا اور خواہشاتِ نفسانی کی بیماریوں میں پھنس گیا ہے، اور عورتوں کو دنیا کے سامانوں کی طرح برتنے کی چیز بنادیا اور جس طرح سرکاری بیت الخلاء کو پیسے دے کر یکے بعد دیگرے فارغ ہوتے جاتے ہیں اسی طرح عورت کو مغربی معاشرہ میں سرکاری بیت الخلاء کی طرح بنادیا گیا

ہے، دنیا میں لاکھوں انسان ماڈرن تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے، عمدہ اور فیشن والے شاندار کپڑے پہنتے ہوئے، ظاہر میں ہر قسم کا میک اَپ کر کے بظاہر بن سنور کر خوبصورت پاک و صاف نظر آتے ہیں، کوٹ پائنٹ، ٹائی لگا کر اپنے آپ کو جنٹیل مین بنائے پھرتے ہیں، کپڑوں کو ذراسی گندگی لگنے نہیں دیتے، مگر ان کے دل اندر سے گندے اور ناپاک ہوتے ہیں، ان کو اپنے دل کی گندگی میں لت پت رہنے کا دور دور تک خیال ہی نہیں آتا، ان کے نزدیک اخلاقی و روحانی صحت کی کوئی اہمیت ہی نہیں، رہبانیت کے ذریعہ شادی نہ کرنے کے نام پر دور رہتے ہیں مگر دل کی خواہش کو کنٹرول نہیں کرتے، بظاہر مذہبی لباس اوڑھ کر عورتوں سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیتے ہیں، انسانوں کی ایک بڑی تعداد چاہے کسی مذہب کی ہو اور خاص طور پر مسلمان مرد اور عورتیں کھلے عام بے حجاب ملاقات کر کے اپنے آپ کو بڑے پاکباز سمجھتے ہیں، املی جب تک چھلکے میں ہوتی ہے کسی کے منہ میں پانی نہیں آتا، مگر جب وہ چھلکے سے باہر آجاتی ہے تو انسان بخار ہی میں کیوں نہ ہو اس کے منہ میں پانی آجاتا ہے، آگ کے قریب رہنے سے انسان کو گرمی ضرور لگتی ہے، اللہ نے امتحان کی خاطر مرد اور عورت میں سیکس اور کشش رکھا ہے، اور یہ سیکس ہر عمر کے لوگوں میں اپنا کام کرتا رہتا ہے، مغرب نے عورتوں کو بے حجاب کر کے دفتر، اسکول، کالج، دواخانوں اور عوامی اداروں میں لا کر سارے معاشرے کو گندہ کر دیا، اور ان کی لڑکیاں شادی سے پہلے ہی حاملہ ہو جاتی ہیں بلکہ کئی بچوں کی ماں بھی بن جاتی ہیں؛ جن میں سے تقریباً ہر بچہ کا الگ باپ ہوتا ہے، اللہ نے اسلامی معاشرہ کو پیغمبروں کے ذریعہ حیوانی معاشرہ بننے سے بچا کر رکھا اور مرد و عورت کے میدان الگ الگ رکھا، مگر آج سڑکوں، بازاروں، اسکولوں اور کالجوں میں مرد و عورت ایسے ہی پھرتے اور ملتے ہیں جیسے جانور سڑکوں، میدانوں اور گلیوں میں ملتے ہیں اور ایک نر چار ماداؤں کے پیچھے یا ایک مادہ کے پیچھے چار مرد ہوتے ہیں، انسان نے عورتوں کو اتنا بے حیاء کر دیا کہ سرد ممالک میں تو مرد تو پورے کپڑے پہنتے ہیں اور عورتوں کو فیشن کے نام پر دیوانہ بنا کر کم سے کم کپڑے ان کے جسم پر پہناتے ہیں، عورت کو برہنہ بتلا کر ان کی ایک

سوئی یا ایک ماچس تک نہیں بکتی، وہ لوگ پردہ کو جہالت اور بنیاد پرستی تصور کرتے ہیں، چھوٹے بچوں کوسیکس کی تعلیم دیتے ہیں،عورتوں کو چاردیواری میں رکھنے کوظلم سمجھتے ہیں۔

زنا کا کاروبار سب سے پہلے چہرے سے شروع ہوتا ہے!

بے پردگی میں سب سے پہلے زنا کا کاروبار چہرے سے شروع ہوتا ہے، چہرہ ہی مردوں کو پہلے عورتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے، اگرعورت چیچک کے داغ والی یا ترچھی ہو یا ایک آنکھ کی اندھی ہو، نکٹی ہو، حبشی موٹے ہونٹ والی ہو، بوڑھی ہو، اب سب چیزوں کا اندازہ کھلے چہرے سے ہوتا ہے، تو کوئی مرداس کی طرف راغب نہیں ہوتا، اس لئے پردہ چہرے کو چھپا کر کیا جائے، مگر اکثر عورتیں چہرے کے پردہ کی قائل نہیں ہیں، پورے جسم کو ڈھانک کر عیسائی نن وسسٹر کی طرح چہرہ کھلا رکھتی ہیں، یہ اسلامی پردہ نہیں اور اس طرح پردہ کر کے اللہ کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، یہ بھی بے پردگی ہی ہے۔

حسن کا اصلی مقام چہرہ ہی ہے، مردوں میں جمالیاتی کا ذوق ہوتا ہے، چہرہ اور آواز ہی مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، چہرے ہی سے مرد کو عورت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے، بہت سی عورتیں چادر اوڑھ کر یا برقعہ پہن کر، اسکارف باندھ کر چہرہ کھلا رکھتی ہیں، اگر پردہ کرنے میں چہرے کا پردہ نہ کیا جائے تو یہ پردہ حجاب نہیں؛ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے، پردہ کا مطلب ہی ستر پوشی ہے، جس طرح نماز اور گھر میں چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنا ہے ایسے ہی گھر سے باہر بازاروں، اسکولوں میں کھلا نہیں رکھ سکتے۔

پردے کے حکم پر صحابیاتؓ نے فوراً چہرہ چھپانا شروع کر دیا!

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی دو ازواج حضرت میمونہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں، نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ نے گھر میں آنے کی اجازت مانگی، رسول اللہ ﷺ نے اپنی ان دونوں ازواجؓ کو اندر چلے جانے کو فرمایا، انہوں نے عرض کیا: یا

رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ نابینا ہیں مگر تم تو نابینا نہیں ہو۔

(احمد، ابوداؤد، ترمذی)

جب پردے کا حکم آ گیا تو صحابیاتؓ اونٹ پر کھلے عام چادر اوڑھ کر چہرہ کھلا رکھ کر سفر نہیں کرتی تھیں، ان کے پردے کے لئے سفر میں ہودج نام کی ایک خاص چھوٹی سی ڈولی بنائی جاتی تھی اور اُسے اونٹ پر باندھ دیا جاتا تھا تاکہ ان کا وجود اور موجودگی مردوں کے سامنے نہ آئے اور وہ مردوں سے بالکل الگ رہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام مکہ کی طرف جا رہے تھے، جب راستہ میں مسافر ہمارے پاس سے گذرنے لگتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتیں اور جب گذر جاتے تو ہم منہ کھول لیتیں تھیں۔ (ابوداؤد)

جہاد میں ایک خاتون صحابیہ حضرت ام خلادؓ کا لڑکا شہید ہو گیا تھا، جب وہ حضور ﷺ کے پاس اس کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے آئیں تو مکمل چہرے کے نقاب میں آئیں، بعض لوگوں نے حیرت کے ساتھ کہا: اس غم میں بھی ان کے چہرے پر نقاب ہے! یعنی بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور یہ اس اطمینان کے ساتھ پورے حجاب میں آئی ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے بیٹا تو ضرور کھویا ہے مگر اپنی حیاء تو نہیں کھودی! (بخاری، مسلم، احمد، سیرت ابن ہشام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر حضور ﷺ سے کچھ درخواست کی، حضور ﷺ نے پوچھا: یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ معلوم ہوا عورت ہے، فرمایا: عورت کا ہاتھ ہے تو کم از کم ناخن مہندی سے رنگ لئے ہوتے۔ (ابوداؤد)

واقعہ اُفک میں حضرت عائشہؓ کو چھوڑ کر پورا قافلہ آگے چلے جانے کا جو واقعہ پیش آیا تھا؛ اس میں ہودج (کجاوہ) کے ذمہ دار جو اُسے اونٹ سے اتارتے اور پھر اونٹ پر رکھتے

تھے، ان کو یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ حضرت عائشہؓ شائد اندر آچکی ہیں، ہودج کو اونٹ پر باندھ دیا گیا، حالانکہ وہ اس میں موجود نہیں تھیں، اس غلط فہمی میں قافلہ آگے بڑھ گیا، اگر چہرے کھلا رکھ کر بیٹھنے کا طریقہ ہوتا تو ہودج کی ضرورت ہی نہیں تھی، حضرت صفوانؓ جو اُن کو زمانۂ جاہلیت میں دیکھ چکے تھے جب اُجالا ہوا تو پہچان گئے اور بغیر سامنے آئے بات کرنے کے لئے اپنا چہرہ پھیر کر سلام کیا اور اونٹ کو سامنے لاکر بیٹھا دیا اور منہ پھیر کر حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر بیٹھ جانے کو کہا، اگر چہرے کا پردہ نہ ہوتا تو وہ دوبدو بات کرسکتے تھے، مگر انہوں نے چہرے کو پلٹا کر بات کی۔

غزوۂ طائف میں رسول اللہ ﷺ نے ایک پانی کے برتن میں کلی کی اور حضرت بلالؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو دے کر فرمایا کہ اس کو پی لو اور اپنے چہرے پر مل لو، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ پردہ کے پیچھے سے یہ باتیں سن رہی تھیں، انہوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا کہ اس تبرک میں کچھ اپنی ماں امّ سلمہؓ کے لئے بھی چھوڑ دینا۔ (بخاری)

اسی طرح غزوۂ موتہ میں حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی، آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھا، چہرۂ مبارک پر سخت غم وصدمہ کے آثار تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حجرہ کے اندر سے دروازے کی ایک دراز (سانده) سے یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھی، وہ چادر اوڑھ کر باہر آکر اس حادثہ کے حالات سننے کے لئے مجمع میں شامل نہیں ہوسکتی تھیں۔

ازواجِ مطہراتؓ امت کی مائیں ہیں؛ ان کا احترام لازم ہے:

ان آیات میں یہ بھی تاکید ہے کہ ازواج مطہراتؓ کے تعلق سے بُرے خیالات نہ رکھنا اور ان سے نکاح کی خواہش نہ رکھنا، قیامت تک وہ امت کی مائیں ہیں، ان کا احترام وعقیدت کا جذبہ اپنی ماں کی طرح رکھنا، جس طرح انسان اپنی ماں سے نکاح کا تصور نہیں کرسکتا اسی طرح یہ بھی حرام تصور کریں، اگر کوئی ان کے خلاف دل میں برا خیال رکھے گا تو وہ منافق ہوگا، اللہ دلوں کے بھید سے واقف ہے، اس سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی،

دنیا کے لوگوں سے کوئی نہ کوئی عذر پیش کر سکتے ہیں لیکن اللہ کے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔

پردے میں رہتے ہوئے اسلامی آداب کی پابندی کریں:

اسلام نے عورتوں کو یہاں تک تعلیم دی کہ کسی غیر مرد سے پردے میں رہتے ہوئے لچک دار آواز میں اور نزاکت کے ساتھ بات نہ کرے، اور گھر میں مرد حضرات کے موجود ہوتے ہوئے وہ کسی غیر مرد سے پردے میں رہ کر بات کرنے میں پہل نہ کرے، مجبوری کی شکل میں بات کرے تو کھردرے اور سخت لہجے میں بات کرے؛ تاکہ سننے والے کے دل میں برائی پیدا نہ ہو سکے، بات، مختصر کرے، غیر ضروری لمبی بات نہ کرے، نزاکت و شائستگی نہ بگھارے، اپنا نام کسی غیر محرم کے سامنے ذکر نہ کرے، مجبوری میں شوہر، بھائی اور والد کی نسبت سے تعارف کرائے، عورت کی آواز بھی پردہ ہے، اپنے استعمال کے کپڑے ایسی جگہ ڈالیں جہاں غیر محرم نہ دیکھ سکیں، اس کو دیکھنے اور چھونے کا موقع نہ ملے، غیر محرم سے مجبوری کی صورت میں بات کرے تو سلام نہ کرے اور مصافحہ نہ کرے، جس طرح مرد واقف اور ناواقف کو سلام کرتا ہے عورت کو اس طرح کرنے کی اجازت نہیں ہے، بلا ضرورت شرعی کسی غیر محرم کو خط نہ لکھے، البتہ مسائل دینی معلوم کرنے کے لئے لکھ سکتی ہیں، یا شوہر کے ذریعہ مسائل معلوم کر لیں۔

☆ والدین کے گھر جانا ہو تو شوہر کی اجازت سے جائیں، بغیر اجازت جانے سے لعنت برستی ہے، بہتر ہے کہ شوہر، بیٹا یا بھائی کے ساتھ جائیں، ڈرائیور مرد کے ساتھ اکیلے نہ جائیں۔

☆ رمضان میں اپنے خاص ایام میں روزہ نہ رکھے تو بلا جھجھک سب کے سامنے کھاتی نہ پھرے؛ بلکہ کسی کو محسوس ہی نہ ہونے دے، سب کے ساتھ بیٹھ کر روزہ دار کی طرح سحری اور افطار کرے، اور سب کی طرح نمازوں کے وقت جانماز پر بیٹھ کر کچھ دیر اللہ کو یاد کرتی رہے، اگر سب کے سامنے اپنی حالت ظاہر کرو گی تو سب پر حالت عیاں ہو جائے گی، یہ بے شرمی کی بات ہوگی۔

(حصہ چہارم) لڑکیوں کی ذہن سازی نہ کرنے کی وجہ سے وہ بے پردہ ہورہی ہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ o فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيْهَا أَحَداً فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيْمٌ o لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ o قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ o وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُوْلِيْ الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِن زِيْنَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيْعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ o (سورۃ النور: ۲۷ تا ۳۱)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں کی اجازت لئے بغیر داخل نہ ہو، گھر والوں کو سلام کرو، یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے، امید ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے، پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ مل جائے، اگر تم سے واپس جانے کے لئے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ، یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے، البتہ تمہارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہو، اور جن میں تمہارے فائدہ کی کوئی چیز ہو، تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور تم جو

کچھ چھپاتے ہو سب کی اللہ کو خبر ہے۔

اے نبی ﷺ! مؤمن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے، اے نبی ﷺ! مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں، مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنی میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں، وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں، کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے، اے ایمان والو تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحاً فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ○ (سورۃ النور:۵۸تا۶۰)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں، صبح

کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اُتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کے نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے اوقات ہیں، ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے، اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام کو واضح کرتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے، اور جب تمہارے بچے عقل کی حد تک پہنچ جائیں تو چاہئے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں، اس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے، اور وہ علیم وحکیم ہے، اور جو عورتیں جوانی سے گذر بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں؛ بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں، البتہ وہ بھی حیاءداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے، اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ماں باپ لڑکیوں کو پردے کے تعلق سے کچھ بھی اہمیت و ضرورت والا علم نہیں دیتے، بس وہ جنگلی جھاڑوں کی طرح گھروں میں غیر ایمان والوں کی طرح پرورش کرتے ہیں، لڑکیوں کو پردے کا پابند بنانے کے لئے ان کی ذہن سازی کیجئے اور اپنی تربیت کا حق ادا کیجئے، ورنہ ان کی بے پردگی پر ماں باپ بھی ان کے ساتھ گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے، ماں باپ اولاد کی بے پردگی پر غصہ اور احتجاج کریں، ناراضگی کا اظہار کریں اور ان کو پردہ اختیار کرنے پر مجبور کریں، ان کی بے پردگی پر خاموش رہنا گویا ان کو اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اجازت دینا اور دین کو مٹانا ہے، کیا لڑکیوں کو رحمت بنا کر اس لئے دیا گیا کہ آپ ماں باپ بن کر دنیا میں زنا، بے حیائی اور بے شرمی کا ماحول پیدا کریں؟ شیطان کا ساتھ دے کر اس کی مدد کریں؟

پردہ عورت کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ورحمت ہے!

اللہ نے پردہ کے ذریعہ عورت کی عزت اور عصمت کا زبردست انتظام کیا ہے، اور دنیا

کی اس امتحان گاہ میں ایمان والی عورتوں کو پردے کے ذریعہ محفوظ رہ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنی رضا حاصل کرنے اور سکون اور بے خوفی والی زندگی گذارنے کا موقع عطا فرمایا، دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں پردہ اختیار کرنے اور نہ کرنے کی آزادی دی، اور ایمان کے ساتھ پردہ کرنے والیوں کو اپنی جماعت ''حزب اللہ'' میں شریک ہونے کا موقع دیا، پردے کا اختیار رکھ کر بے پردہ پھرنے والی عورتوں کو شیطان کی جماعت ''حزب الشیطان'' بننے کی آزادی واختیار دیا، ایمان والی متقی پرہیزگار عورت اپنی چاہت اور مرضی سے پردہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی حاصل کرتی ہے اور دنیا کی تمام پردہ دار عورتوں کا ساتھ دے کر دنیا میں پردے کے رواج اور نظام کو باقی رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور تمام پردہ کرنے والی عورتوں کی نیکیوں میں خود بھی شریک رہتی ہے، اس کے برعکس ایک بے پردہ عورت اپنی چاہت سے بے پردگی اختیار کر کے اللہ کی لعنت میں مبتلا ہوتی اور تمام بے پردہ عورتوں کے ساتھ دنیا میں بے پردگی کو رواج دے کر اور بے پردگی کو عام کر کے دوسری تمام بے پردہ عورتوں کے ساتھ گناہ میں شریک رہتی ہے، وہ اپنے ساتھ جتنی عورتوں کو بے پردگی سکھائے گی اس بے پردگی کے اثرات جب تک چلتے رہیں گے ان تمام عورتوں کا گناہ بھی اپنے نامہ اعمال میں لیتی رہے گی، اس لئے ایک عورت کو بے پردگی اختیار کر کے گھاٹے اور خسارے میں مبتلا ہونے سے سختی کے ساتھ دور رہنا چاہیئے، صرف دنیا کی تھوڑی سی زندگی میں کچھ وقت کے لئے بے پردگی اختیار کر کے اپنے گناہ کے ساتھ دوسروں کے گناہ کی ذمہ دار بننے سے بچنا چاہیئے، جو عورتیں بے پردگی اختیار کرتی ہیں، وہ گویا نفس کی خواہش کو پورا کر کے اللہ کی اطاعت کے بجائے نفس کی اطاعت کرتی ہیں، اور اللہ کے بجائے اپنے نفس کو خدا بنا کر اس کی فرمانبرداری میں زندگی گذارتی ہیں اور دین کو کمزور کر کے شیطان کی مددگار بنتی ہیں، اور ہر روز انسانوں کو اپنے جسم کے مختلف اعضاء دکھا کر زنا جیسے گندے گناہ میں ملوث کرتی ہیں، اور مردوں کو گناہ میں مبتلا کر کے اپنے نامۂ اعمال میں گناہوں کا اضافہ کرتی رہتی ہیں، بے پردہ پھر کر ہزاروں انسانوں کو گنہگار بناتی ہیں۔

غیر مسلم پردہ کو جہالت سمجھتے ہیں!

ایک غیر مسلم نے ایمان والے سے کہا کہ: آپ لوگ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود جہالت میں اپنی عورتوں کو چار دیواری میں بند رکھتے ہیں، قیدی بنا کر رکھتے ہیں، ان کو آزادی نہیں دیتے، ہم ہماری عورتوں کو آزاد رکھتے ہیں، قید میں نہیں رکھتے، چار دیواری میں رکھ کر آپ لوگ اپنی عورتوں پر ظلم کر رہے ہیں، یہ بنیاد پرستی ہیں۔

مسلمان نے کہا: آپ لوگ جو اعتراض پردہ پر کر رہے ہیں؛ اس پر میں بُرا نہیں مانتا، یہ تو بہت اچھا ہوا کہ آپ نے یہ اعتراض کر کے پردہ کی حقیقت کو سمجھانے کا مجھے موقع عطا کر دیا، سنئے! آپ کی موجودگی میں جہاں ہم دونوں بیٹھے ہیں اگر میں اپنی بیوی کو بلاؤں تو آپ میرے ساتھ ہوتے ہوئے اس کو دیکھ کر آنکھیں تو میری طرف رکھیں گے، مگر دل میں اس کے تعلق سے سوچتے رہیں گے، دل اور دماغ کو اس کے ساتھ لذت لینے اور زنا کرنے میں مبتلا کر لیں گے، میری بیوی میرے گھر کی رانی ہے اور وہ صرف میری لذت وسکون اور راحت کے لئے ہے، میں کیوں اس کو دوسروں کے سامنے پیش کروں، آپ کے سامنے اس کا نکلنا کوئی ضروری نہیں، دوسروں کو اس کے ساتھ مزے لینے میں شریک کرنا کیا یہ انصاف اور عقلمندی ہے؟ ہم اپنی عورتوں پر ظلم نہیں کرتے اور نہ انہیں قید میں رکھتے ہیں، ان کو باقاعدہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے نکلنے، ان سے بات کرنے، ہنسی مذاق کرنے کی پوری آزادی ہوتی ہے، وہ برقع پہن کر بازار جاسکتی ہیں، سامان وغیرہ خرید کر لاسکتی ہیں اور لڑکیوں کے اسکول وکالج میں برقع کے ساتھ جا کر تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور وہاں پڑھا بھی سکتی ہیں، لڑکیوں کے شعبوں میں کام کر سکتی ہیں، آپ لوگ اپنی عورتوں ماں، بیوی، بیٹی، بہن کو آزادی دے کر، بغیر پردے کے نیم عریاں لباس میں گھر سے باہر ہر جگہ جانے کی اجازت دے کر، دنیا کے ہزاروں مردوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اے لوگو! یہ میری بیوی ہے، میں اس کی شرمگاہ سے مزے لیتا ہوں،

تم لوگ اس کی چال، اس کی آواز، اس کے بال، اس کے سینے، کمر، اس کے چہرے اور اس کی نزاکت سے ہنسنے اور بات چیت کرنے کے انداز سے مزے لیتے رہو، گویا ایک انسان اپنی بیوی کو آزادی دے کر ہزاروں انسانوں کے سامنے نکال کر گناہ کرنے کا موقع دیتا ہے، ہم انسان ہیں، انسانی کلچر کے ساتھ زندگی گذارنا ہمارے پیغمبر نے سکھایا ہے، ہم انسان ہوتے ہوئے جانوروں کے کلچر پر زندگی نہیں گذار سکتے۔

پردہ دار عورتیں دنیا کی دولت سے زیادہ قیمتی ہیں!

عورت کے لئے پردہ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے حکومت کے مالی خزانے کو باوجود اسٹرانگ روم (سمنٹ کے مضبوط کمرے) میں رکھ کر تالا لگا کر بند کر دیا جاتا ہے، اس پر مزید حفاظت کے لئے ہتھیار کے ساتھ حفاظتی دستے رات دن رکھے جاتے ہیں، ساتھ ساتھ خطرے کے صورت میں الارم بھی رکھا جاتا ہے؛ تاکہ چور اور ڈاکو کے حملے سے خزانہ محفوظ رہے، وہ لوٹنے نہ پائیں، اس کی حفاظت ہوتی رہے۔

اللہ نے انسان کی یہ بھی فطرت بنائی کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے اس کو وہ اتنی ہی حفاظت سے رکھتا ہے، مثلاً سونا چاندی، روپیہ پیسہ اگر اُسے بغیر حفاظت کے رکھا جائے یا لاپرواہی کے ساتھ رکھا جائے تو کسی کی بھی نگاہ پڑتے ہی اسے چوری کرلیا جاتا ہے، یہی حال انسانی معاشرے میں عورت کا ہے، عورت کے معنیٰ ہی چھپی رہنے والی چیز کے ہیں، جیسے ہی وہ جوان ہوجاتی ہے؛ سونا چاندی، دولت اور ہر قیمتی چیز سے زیادہ قیمتی ہوجاتی ہے۔

جس طرح بکریوں کو بھیڑیوں کے ریوڑ میں ان کے ساتھ کھلا چھوڑ دیں تو کوئی بکری محفوظ نہیں رہ سکتی، بھیڑیئے انہیں نہ بھی کھائیں تو زخمی کرکے چھوڑ دیں گے، یہی حال ایک نوجوان عورت کا ہے، ان کو غیر مردوں کے ساتھ مخلوط تعلیم گاہوں، دواخانوں، دفتروں اور کمپنیوں، دکانوں پر رکھا جائے تو ان کی حفاظت بہت مشکل ہوجاتی ہے، مردوں کے درمیان رکھنے سے وہ حجام کا آئینہ بن جاتی ہے اور سارے مردوں کی آنکھوں کی

ٹھنڈک بن کر ہر مرد کو اپنے مختلف اعضاء وحرکات سے لذت اٹھانے کا موقع دیتی ہے۔

جس طرح املی اور لیمو (اور کچا آم یعنی کیری) چھلکے سے باہر آتے ہی اچھے سے اچھے مریض کے منہ میں پانی آنا شروع ہوجاتا ہے؛ اسی طرح ہر عمر کا انسان اپنی اپنی عمر کے لحاظ سے سیکس میں مبتلا ہوجاتا ہے، بوڑھے مرد تو خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کی بہت زیادہ خواہش رکھتے ہیں۔

عورت بے پردہ بن کر تقویٰ کے ماحول کو برباد کرتی ہے!

جس طرح آگ اور روئی کو ایک ساتھ یا آگ اور پٹرول کو ایک ساتھ نہیں رکھا جاسکتا، ان کی حفاظت کے لئے درمیان میں کوئی پردہ، آڑ اور رُکاوٹ ہونا شدید ضروری ہوتا ہے، تب ہی یہ چیزیں محفوظ رہ سکتی ہیں، اسی طرح عورت اور مرد کے درمیان پردہ اور آڑ ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ بے پردگی کی وجہ سے ان میں بے حیائی کی آگ لگ سکتی ہے، زنا اور بدکاری اور بدنظری اور بے حیائی، ذو معنیٰ گفتگو کی ابتداء تو بے پردگی سے شروع ہوتی ہے، جب عورت بے پردہ ہوکر مردوں کے درمیان دعوتِ نظارہ دیتی ہے تو اس کے دامِ فریب میں نیک سے نیک انسان بھی گرفتار ہوجاتا ہے، عورت جب بے پردہ ہوکر نکلتی ہے تو شیطان کا تیر بن جاتی ہے، شیطان اس کو لوگوں کی نگاہوں میں کشش پیدا کرکے مردوں سے آنکھوں، کانوں، دل و دماغ کا زنا کرواتا ہے؛ تاکہ اولادِ آدم کا معاشرہ بے حیاء اور بے شرم ہوجائے، اور اللہ کا نافرمان بنے اور زنا میں مبتلا رہے، اس نے آدم وحوا پر حملہ کرکے سب سے پہلے ان کا لباس ہی اتروا دیا، بے حیائی کے پیدا ہونے کے لئے لباس ہی اصل چیز ہے، اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حیاء آدھا ایمان ہے۔

عورت میں نسوانیت پردہ ہی سے پیدا ہوتی ہے

عورت کا اصلی زیور اور حسن اس کی شرم وحیاء میں ہے، جو پردہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور باقی رہتی ہے، جو عورت مردوں کے درمیان بے پردہ رہتی ہے اس میں مردانہ پن اور بے حیائی و بے شرمی پیدا ہو جاتی ہے، جو عورتیں مردوں جیسا لباس، جرسی، پائنٹ اور شرٹ یا معمولی کپڑے جسم پر رکھ کر ہاتھ، پیر، سینہ اور چہرہ کھلا رکھ کر پھرتی ہیں ان میں کوئی نسوانیت نظر نہیں آتی، اس کی مثال خاص طور پر مغربی عورتوں میں ملتی ہے، بے پردہ پھرنے والی عورتیں لاکھ زیور اور میک اپ سے آراستہ ہو جائیں؛ وہ حسن اور شرم وحیاء کی نورانیت نہیں لاسکتیں، جو ایک پردہ دار متقی و پرہیزگار عورت میں ہوتی ہے۔

ایک بے پردہ عورت اپنے چہرے اور جسم کو مصنوعی چیزوں سے کچھ دیر کے لئے سجا کر خوبصورت بنانا چاہتی ہے؛ مگر میک اپ اترتے ہی بے پردگی کی لعنت اس کے جسم پر ظاہر ہو جاتی ہے، وہ عورت عورت کہلانے کا حق نہیں رکھتی، جس میں نسوانیت، شرم وحیاء اور نزاکت نہ ہو۔

عورت کے چہرے پر حسن وخوبصورتی اور نور؛ سرمہ، کاجل، لپ اسٹک یا میک اپ کرنے سے نہیں بلکہ پردہ کر کے غیر مردوں سے دور رہنے سے آتا ہے، شرعی انداز کا لباس پہننے سے آتا ہے، پورے جسم کو حجاب میں رکھنے سے آتا ہے، سر اور چہرے کو ڈھانکنے سے آتا ہے، جو عورتیں برقعہ پہن کر یا اسکارف باندھ کر چہرہ کھلا رکھتی ہیں ان کے چہروں پر بھی نورانیت پیدا نہیں ہوتی؛ بلکہ مکمل پردہ کے ساتھ نماز کی پابندی کرنے سے قدرتی طور پر اللہ نورانیت پیدا کرتا ہے، وہ نور بے پردہ و بے نمازی عورتوں کے چہروں پر نہیں ہوتا ہے، عورت جتنا زیادہ اپنے جسم اور چہرے کو حجاب سے اور لباس سے آزاد کرتی ہے اس کے چہرے کی نورانیت اور نسوانیت کی کشش ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور جتنا زیادہ جسم کھلا رکھنا شروع کرے گی، نہ صرف چہرہ بلکہ جسم کے ان اعضاء پر بھی کشش باقی نہیں رہتی جو

کھلے رکھے جاتے ہیں، ایسی عورتوں میں سیکس بہت کم رہتا ہے، جس کی مثال مغربی عورتوں میں دیکھی جاسکتی ہے، ان کے برخلاف پردہ دار عورت کے جسم کے ہر حصہ پر کشش اور نور ہوتا ہے، وہ اپنے شوہروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہیں۔

معاشرے میں زنا کے واقعات بے پردگی، بے حیاء لباس اور غیر مردوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوتے ہیں!

دنیا کے تمام ملکوں میں اکثر زنا بالجبر کے واقعات ہوتے رہتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عورتیں بے حیائی والا ننگا لباس پہن کر غیر مردوں کے درمیان چلتی پھرتی ہیں، تعجب اس بات کا ہے کہ عورت ایک طرف بے حیائی والا بھڑکیلا لباس پہن کر اپنے اعضاء کی نمائش کرنا چاہتی ہے، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور مردوں کی زبان اور نگاہ میں بجے رہنے کی خواہشمند ہوتی ہے؛ تاکہ ہر مرد اس کو گھور کر دیکھے اور اس کے لباس و حسن کی تعریف کرے، وہ اپنے سینے کے ابھار دکھانا چاہتی ہے، اور دوسری طرف یہ مطالبہ بھی کرتی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرے، جنسی ہراسانی نہ کرے، زنا بالجبر کے ذریعہ ظلم نہ کرے اور اپنی حفاظت کی آواز اُٹھاتی ہے، جلسے اور جلوس نکالتی ہے، کہتی ہے کہ ہم جیسی چاہیں پھریں گی؛ مرد ہم کو نہ چھیڑیں، کوئی عقلمند عورت عورتوں کو یہ مشورہ نہیں دیتی کہ وہ پہلے لباس صحیح پہنیں اور غیر مردوں کی محفلوں سے دور رہیں۔

انسان جب آگ کے قریب بیٹھتا ہے تو اُس میں حرارت پیدا ہوتی ہے، بجلی کے دو وائر آپس میں ملتے ہیں تو کرنٹ پیدا ہوتا ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم تمہارے سامنے آگ جلائیں گے، لیکن تم اس کی گرمی نہ لو! آگ کو دور رکھ کر کہا جائے کہ آگ کی گرمی سے دور رہو! تو یہ بات پھر بھی ٹھیک ہے، جب عورت بے پردہ بن کر غیر مردوں کے درمیان آتی ہے تو شیطان فوراً ان کے درمیان آجاتا ہے، حضرت عمرؓ گھر میں بیٹی اکیلی ہونے پر گھر کے باہر دروازے میں بیٹھ گئے، دنیا میں بعض ایسے واقعات ہوگئے جس میں باپ نے اپنی بیٹی کو

اکیلے پاکر اس کی عصمت لوٹ لی اور کہا کہ یہ میرا ہی لگایا ہوا پھل ہے، میں نے کھالیا، بھائی بہن اکیلے رہ کر شیطان کا شکار ہوگئے، لکھنو میں ایک مکان میں ماں کسی کام سے باہر جاتی تھی، ایک بھائی اور بہن ہی گھر میں اکیلے رہتے تھے، ایک دن لڑکی کو چکر اور قے ہونے پر ماں نے ڈاکٹر سے معائنہ کروایا، ڈاکٹر نے کہا: مبارک ہو آپ کی بیٹی حمل سے ہے، ماں یہ سن کر بے ہوش ہوگئی، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی کا ابھی نکاح ہی نہیں ہوا، بھائی نے بہن کے ساتھ غلط کام کیا، اس لئے اسلام نے باقاعدہ سگے بھائی بہنوں کے بھی بستر الگ الگ رکھنے کی تاکید کی اور دس سال کی عمر کے بعد ان کے بستر الگ کردینے کا حکم دیا۔

پردے کا حکم انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے!

اسلام نے ایمان والوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کی اور زندگی گذارنے کے لئے ایسا پاکیزہ معاشرتی نظام عطا کیا جو فطرت کے عین مطابق ہے، ہر انسان کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ کوئی غیر مرد اس کی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی پر بری اور شہوت والی نگاہ نہ ڈالے، اور ان سے دل لگا کر بات نہ کرے، غیر ضروری بات اور ہنسی مذاق کرنے کو وہ برداشت نہیں کرتا، اسلام نے ایمان والوں کو ناپاکی، گندگی، بے حیائی و بے شرمی اور بُری نظر سے بچانے کے لئے پردہ کا سب سے عمدہ فطری نظام رکھا؛ تاکہ معاشرہ ہر قسم کے شر اور فساد سے پاک رہے، دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں اس طرح کا پردے کا نظام ہی نہیں، زنا کو حرام کیا؛ تاکہ معاشرہ بدکار مردوں اور عورتوں سے پاک رہے، اس کی خلاف ورزی پر سخت قسم کی سزائیں مقرر کیں؛ تاکہ انسان زنا کرنے سے خوف کھائے، ہر شریف، سنجیدہ اور سلیم الفطرت انسان اپنی عورتوں کو غیر مردوں سے دور رکھنا چاہتا ہے، اللہ نے پردے کے احکام دے کر پردے کا طریقہ عین انسان کی فطرت اور اس کی طبیعت کے مطابق رکھا، جو عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں، وہ گویا اپنی فطرت کے ساتھ بغاوت کرتی ہیں اور فطرت کے خلاف چلتی ہیں، پردے کے بغیر تقویٰ کا پاکیزہ ماحول پیدا نہیں ہوسکتا، ذرا

غور کیجئے پیغمبر کی احتیاط پر کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو والد کے بلانے کی اطلاع دینے آئی تو حضرت موسیٰؑ نے اپنی نظروں کو تک پاک رکھنے کے لئے انہیں اپنے پیچھے چلنے اور پیچھے سے راستہ بتلانے کی ہدایت دی، خود آگے آگے چلتے رہے، دنیا کے دوسرے مذاہب میں عورتیں مذہبی بن کر مذہبی پیشواؤں کے ساتھ رہتی ہیں یا ان سے آزادی کے ساتھ بغیر حجاب کے ملتی ہیں تو وہ اپنی حفاظت نہیں کرسکتیں، اکثر حکومتوں کے دفاتر، اسکولس اور کالجس، دواخانے کمپنیاں مخلوط ہوتی ہیں، جہاں بہت سے مرد اور عورتوں میں حجاب نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اللہ دنیا کو امتحان گاہ بنا کر انسان اور جن کا امتحان لے رہا ہے!

اللہ نے انسانوں کو زندگی گذارنے مختلف احکام دئے؛ تاکہ انسان کی جانچ کی جائے کہ کون اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور کون شیطان کی غلامی کرتا ہے، اللہ نے عورت اور مرد دونوں کو بنایا، مگر دونوں کے جسمانی اعضاء میں فرق رکھا، اسی طرح ان کی فطرت اور صفات بھی الگ الگ رکھی، مرد کو طاقتور اور قوی بنا کر قوّام یعنی ذمہ دار کی حیثیت دے رکھی، اور گھر سے باہر کی ذمہ داری دی، عورت کو نازک، نرم مزاج، صبر و تحمل کا پیکر اور ممتا والی محبت دے کر گھر کے اندر کی ذمہ داری دی، دونوں کو زندگی گذارنے کے احکام بھی الگ الگ دئے، مرد اور عورت میں جنسی کشش اور جاذبیت رکھی تاکہ مرد عورت سے سکون حاصل کرے، اس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کی طرف رغبت اختیار کرتے ہیں اور سکون پاتے ہیں، مگر انسانوں کو جانوروں کی طرح آزاد شہوت رانی کی اجازت نہیں دی، بلکہ پاکیزہ طریقہ سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا نظام رکھا، اب انسان پر یہ امتحان ہے کہ آیا وہ نکاح کر کے اپنی خواہش کو جائز طریقہ سے پورا کرتا ہے یا ہوٹلوں، کلبوں اور زنا کے اڈوں پر پورا کرتا ہے، مردوں اور عورتوں میں بہت سے لوگ شیطان کے بہکاوے میں آکر زنا کے ارادے سے بھوکے جانور بن کر پھرتے ہیں، ان کو ہر روز نیا مرد اور نئی

عورت چاہئے، اس برائی سے بچنے کے لئے عورت کو حجاب میں رہنا ضروری ہے؛ تاکہ وہ مردوں کی نظروں اور محفلوں سے دور اور محفوظ رہے۔

شیطان عورتوں کو بے پردہ بنا کر دنیا میں بے حیائی عام کر دیا

دنیا کے اکثر ملکوں میں پردہ نہ ہونے کی وجہ سے عورت اور مرد مل کر دفتروں، کمپنیوں، دواخانوں، ہوٹلوں، اسکولوں، کالجوں اور اب تو بازار کی ہر اکثر دکانوں میں مردوں سے مخلوط ہو کر کام کرتے ہیں، جس کی وجہ سے آزاد شہوت رانی ہوتی ہے اور لڑکیاں لڑکے کم عمری ہی سے زنا کے عادی بن جاتے ہیں، عورتوں کو ننگی کر کے ہوٹلوں اور باروں میں نچا کر مرد اپنی ہوس پوری کرتے ہیں، آنکھوں سے مزے لیتے ہیں، جسم سے لذت اٹھاتے ہیں، ان کو کچھ دیر کے لئے خریدا جاتا ہے، میاں بیوی غیر مردوں کے سامنے سمندر کے ساحلوں پر بالکل ذرا سے قابل شرم اعضاء کو چھپانے کی حد تک کپڑے پہن کر ننگے سن باتھ لیتے ہیں، پردہ کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے ایک مرد کئی عورتوں اور ایک عورت کئی مردوں کے ساتھ جانوروں کی طرح زندگی گذار کر نفسانی مزہ لیتے ہیں، ان انسانوں کی زندگی جانوروں سے بالکل ملتی جلتی بنی ہوئی ہے۔

ان لوگوں کو شرم وحیاء اور لباس کے آداب ہی نہیں معلوم کہ عورت کا جسم کتنا چھپایا جائے اور مرد کا جسم کتنا؟ وہ زیادہ تر عورتوں کو ایسا لباس پہناتے ہیں اور ان کی عورتیں خود ایسا لباس پہننا پسند کرتی ہیں جس سے جسم کی خوب نمائش ہو، آخر میں ایسی عورتیں جب بوڑھی ہو جاتی ہیں تو بندریا کی طرح پورے جسم پر جھرّیاں پڑ جاتی ہیں، کوئی نور نظر نہیں آتا، زبردستی مصنوعی بال اور میک اَپ سے اپنے کو سجا لیتی ہیں، دنیا کو امتحان گاہ مان کر اس امتحان میں حالتِ ایمان میں پردہ اختیار کیجئے اور دنیا سے گناہ لے کر مت جائیے، اللہ کی اطاعت کا صرف ایک ہی موقع ہے، بار بار اطاعت کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔

ترقی کے نام پر عورت کو دھوکہ دیا جارہا ہے!

ایمان کی کمزوری اور بے دینی کی وجہ سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنی فطرت سے بغاوت اور اسلام کی خلاف ورزی جان بوجھ کر کررہے ہیں، بہت سے مرد دیندار اور پردہ دار عورتوں کو نکاح کے بعد ترقی کے نام پر یا ماڈرن تہذیب کے نام پر فیشن کا نیم عریاں لباس پہنا کر بازاروں، محفلوں میں لے کر پھرتے ہیں، ماں باپ آج کل لڑکیوں کو ترقی کے نام پر مخلوط کالجوں میں غیر ضروری تعلیم دلوارہے ہیں، جن کی ان کو ضرورت نہیں، وہ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر تین چار سال تک تعلیم حاصل کرتی ہیں، پھر راتوں میں مردوں کے ساتھ آئی ٹی کمپنیوں میں نوکری کرکے آدھی رات کو گھر اکیلی آتی ہیں، مغرب نے ترقی کے نام پر عورتوں کو گمراہ کیا اور مردوں کی برابری کا نعرہ دے کر مردوں کی غلامی کا احساس دلا کر گھروں سے باہر نکلنے پر اُبھارا، اللہ نے عورت کو گھریلو ذمہ داری دے کر آدھا کام مرد کے ذمہ اور آدھا کام عورت کے ذمہ رکھا تھا، مرد نے اپنی باہر کی ذمہ داری بھی عورت کو بے پردہ بنا کر تین حصے کام عورت سے لے رہا ہے اور ایسے لوگ عورت کو غلام بنا کر استعمال کرتے ہیں، خود اس کے کاموں میں مدد نہیں کرتے، اور عورت باہر کمائی کے بعد گھر میں بچوں کی پرورش اور گھر کے انتظامات بھی کرکے بیوقوف بنی ہوئی ہے، ایسے گھر تباہ حال ہیں، مغرب نے عورت کو بے پردہ بنا کر گھریلو معاشرتی زندگی کو تباہ کردیا، آج وہ ہوٹل سے غذائیں لاکر کھالیتے ہیں، بچوں کو کسی ادارہ میں دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، ان میں کثرت سے طلاقوں کا سلسلہ چل رہا ہے، بچوں کی زندگیاں تباہ ہورہی ہیں، ان کے گھر جنت کا نمونہ یا سکون اور راحت والے نہیں رہے، شراب اور ٹی وی پر اوقات گذارتے ہیں عورت کو ایسے مقام پر لا کھڑا کردیا جہاں وہ مردوں کی برابری نہیں کرسکتی، مغرب نے عورت کو ترقی کے نام پر صدر، وزیر، جج، وکیل، پولیس آفیسر، انسپکٹر، ڈاکٹر، نرس، کلرک، مجسٹریٹ، ریسپشنسٹ، سیلس گرل، ایر ہوسٹس، پی اے، ٹیلیفون آپریٹر،

کنڈ یکٹر، کانسٹبل وغیرہ وغیرہ جیسے کاموں پر لگادیا، اور آج مغرب نے جو ترقی کی ہے وہ انسانوں کے اخلاق اور خاندانی ومعاشرتی نظام اور بچوں کی پرورش اور عصمت کی حفاظت کو خطرہ میں ڈال کر کی ہے، وہ عورت کو اس کے دائرۂ عمل سے نکال کر مردوں کے دائرۂ عمل میں داخل کر دیا، گھر اور خاندان کے سکون وچین اور اخلاقی اقدار کو تباہ وبرباد کر دیا، مردوں کے ساتھ کمانے والی عورتیں گھر کا نظام نہیں چلا سکتیں، یہ ترقی نہیں بربادی ہے، اسلام نے عورت کو ترقی کے لئے دینوی تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روکا، اہل مغرب کی نقالی کرنا ترقی نہیں پچھلے زمانوں میں عورتیں پردے میں رہ کر اولاد پر محنت کرتیں، دین کا اچھا علم رکھتیں، ایک عورت کے دیندار بننے سے ایک پورا گھر سدھرتا ہے، پردے میں بیٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرامؓ کو درس دیا، عورت ہی کی تڑپ سے بڑے بڑے اللہ والے اس دنیا میں نمودار ہوئے، مغربی ملکوں میں عورت کو ننگا پیش کئے بغیر ان کا سامانِ تجارت نہیں فروخت ہوتا، مغرب نے عورت کو دنیا کے ایک عام سامان کی طرح ایک سامان بنادیا، جس کو جب چاہا جیسا چاہا استعمال کرلیا اور اس سے مطلب پورا ہوجانے اس کے پرانے ہوجانے پر پھینک دیا، یہی حیثیت آج مغرب میں عورت کی ہے۔

پردے سے بچنے مسلمان مختلف باتیں اور بہانے بناتے ہیں!

اللہ نے واضح اور صاف طور پر سورۂ نور اور سورۂ احزاب میں پردے کے احکام نازل کئے، جس کی ابتداء سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے گھر میں بے تکلف آنے سے منع کرنے کے ذریعہ کی گئی، اور حکم دیا کہ کوئی چیز خواتین سے مانگنی ہو تو حجاب (پردہ) کی اوٹ اور آڑ سے مانگا کرو، اس کی تفصیل قرآن وحدیث میں دیکھی جاسکتی ہے، حقیقی ایمان والوں کا عمل یہ ہونا چاہئے کہ وہ اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر آنکھیں بند کر کے یقین کریں اور اس پر عمل کرنے ہی کو اپنی کامیابی، عزت وراحت مانیں، ایمان نام ہی اس چیز کا ہے کہ اللہ نے جن جن کاموں سے منع کیا ہے اس سے پوری طرح رک

جائیں اور جن جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ چاہے کتنا ہی مشکل کام ہو اس پر عمل کریں، اسی کا نام ایمان، اسلام اور اطاعت وفرمانبرداری ہے، قرآن میں سورۂ بقرہ میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا گیا: **أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔** (بقرہ:۸۵) ترجمہ:۔ تو کیا تم کتاب (تورات) کے کچھ حصہ پر تو ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصہ کا انکار کرتے ہو؟ اب بتاؤ کہ جو شخص ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں اس کی رسوائی ہو؟ اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف بھیج دیا جائے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

وہ لوگ زبان سے اللہ کے کسی حکم کا انکار نہیں کرتے تھے، کتاب الٰہی پڑھتے اور احکام جاننے کے باوجود اس پر جان بوجھ کر عمل نہیں کرتے تھے؛ یا اس میں تاویلات نکالتے تھے، اسی کو کتاب الٰہی کا انکار کرنا کہا گیا، ہم بھی اگر قرآن پڑھیں، احکام جانیں اور اس کے کچھ حصہ پر عمل کریں اور کچھ احکام پر جان بوجھ کر عمل نہ کریں تو کیا یہ انکار نہیں؟ سورۂ جمعہ میں یہود کو گدھے سے مثال دی گئی اور کہا گیا کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے، وہ کتاب الٰہی پڑھتے، احکامِ الٰہی معلوم کرتے، پھر جان بوجھ کر ان پر عمل نہیں کرتے، ان کی مثال گدھے کی طرح ہے، جانور کی پیٹ پر کتابوں کا بوجھ رکھا جاتا ہے تو وہ عقل نہ رکھنے کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کچھ وزن ہے، وہ نہیں جانتا کہ اس وزن میں کیا چیز ہے؟ مگر یہ انسان ہو کر، عقل رکھ کر کتاب الٰہی پڑھ کر احکامات جاننے کے باوجود بھی عمل کرنا نہیں چاہتے، صرف اپنے اوپر ایک بوجھ لئے پھرتے ہیں، ذرا غور کیجئے! ہم بھی وہی روش اختیار کئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ یہود کو مثال بنا کر ہمیں سمجھانا چاہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ o (بقرہ:۲۰۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو ایمان قبول کرنے کے بعد پورے کے پورے دین میں داخل ہونے کی تعلیم دی ہے، آدھے مسلم اور آدھے غیر مسلم بن کر رہنے سے منع کیا ہے، اور یہ بھی تعلیم دی کہ اے ایمان والو! (جو مسلم ماں باپ کے گھروں میں پیدا ہوئے، جو نسلی اور خاندانی ایمان رکھتے ہیں، جو دِکھاوے کا ایمان رکھتے ہیں) ایمان لاؤ!

ہم ہر روز قرآن پڑھتے ہیں، اس کے بہت سارے احکام جانتے ہیں مگر عملی میدان میں جان بوجھ کر ان کے خلاف عمل کرتے ہیں، ہر کوئی اپنا اپنا دین پر چلنے کا مزاج الگ الگ بنایا ہوا ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ: چہرے کا پردہ ضروری نہیں؛ حالانکہ چہرے کا پردہ نہ ہوتا تو پردے کی آڑ اور اوٹ سے مانگنے کا حکم کیوں ہوتا؟ کوئی کہتا ہے کہ پردہ کی وجہ سے ہم دوسری قوموں سے پیچھے ہوگئے ہیں، یہ کھلے طور پر قرآن کے حکم کو نہ ماننا ہے، کوئی کہتا ہے کہ پردہ دراصل آنکھوں میں رہتا ہے، کوئی تو پردہ میں رہنا غیر مہذب اور ان پڑھ لوگوں کا طریقہ سمجھتا ہے، کوئی تو پردہ میں رہنا غریب لوگوں کی علامت سمجھتے ہیں، کوئی سمجھتا ہے کہ برقع پہننے سے عزت نہیں ملتی، دقیانوسی اور پرانا طریقہ ہے، اسلام کے معنی ہیں اللہ کی پوری پوری اطاعت وفرمانبرداری کرنا، زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کے مطیع وفرمانبردار بنے رہنا، صرف نماز پڑھ لینا یا رمضان کی حد تک اسلام کی پابندی کر لینا یا صرف جسم کا نام مسلمان جیسا رکھ لینا مسلمان نہیں؛ بلکہ دین میں پورے پورے داخل ہونے کا نام ہی اسلام اور مسلمان ہے۔

پردے کے لئے گھروں میں پردے کا ماحول بنانا ہوگا!

اسلام کسی بھی گناہ کو حرام قرار دینے اور اس کی سخت سزاء مقرر کرنے سے پہلے اس کے پیدا ہونے کے اسباب، ذرائع اور واسطوں کو بند کرتا ہے، جس کی وجہ سے انسان اس

برائی میں مبتلا ہونے یا اُکسانے یا اس کے کناروں پر رہنے کے حالات سے آسانی سے دور رہ سکتا ہے، کسی بھی گناہ کے راستوں اور دروازوں کو بند کئے بغیر اس گناہ سے روکنا اللہ کی حکمت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق جانتا ہے کہ کون کون سے راستوں پر روک لگانے سے انسانی معاشرہ اس گناہ سے محفوظ رہ سکتا ہے، مثلاً بعض غیر مسلم ممالک میں شراب پر پابندی کا قانون لگایا گیا، مگر شراب کی کمپنیوں، دکانوں، مٹیریل بنانے والوں اور پینے والوں پر پابندی نہیں لگائی گئی اور نہ ان پر سزاء کو نافذ کیا گیا، اور اس کے نقصانات نہیں بتلائے گئے؛ جس کی وجہ سے وہ قانون ناکام ہوگیا، اسلام جرم کے ساتھ ساتھ جرم کے پیدا ہونے والے اسباب پر پابندی لگاتا ہے اور لوگوں کو جرم کرنے کی سخت سزائیں نافذ کرتا ہے؛ تاکہ لوگ جرم کرنے سے دور رہیں اور آسانی سے جرم سے بچ سکیں، اس جرم کو ختم کرنے کا ماحول پیدا کرنے سے انسان اس قانون پر آسانی سے عمل کرسکتا ہے پھر اس کے لئے وعظ ونصیحت، معروف ومنکر بھی کیا جاتا ہے، اس گناہ سے بچ کر زندگی گذارنے پر جنت کی نعمتوں کے ملنے کا احساس اور اس کی خوشخبری دی جاتی ہے، جرم کرنے والوں کو لوگوں کے سامنے سزائیں بھی دی جاتی ہیں، جہنم میں سزا کا احساس اور عذاب سے ڈرایا جاتا ہے۔

گھروں میں پردے کا ماحول بنانے کے لئے لڑکیاں جوان ہوتے ہی خاندان کے نوجوان لڑکوں سے فوراً پردہ کروایا جائے، ماں اپنے بہنوئی اور دیوروں سے اور باپ سالیوں اور بھاوجوں سے پردہ کرے، اگر ایسا نہیں کیا گیا اور گھروں میں نوکروں، مزدوروں اور ڈرائیوروں کا آنا جانا رہا تو باہر کے دوسرے لوگوں سے مکمل پردہ نہیں ہوتا، لڑکیاں ناقص پردہ کریں گی۔

شیطان سب سے پہلے انسان کو بے حیاء بنانا چاہتا ہے!

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، جس کے دل سے حیاء رخصت ہوجائے اس کا ایمان بھی رخصت ہوجائے گا،

(مسلم) ایک روایت میں حیاء کو ایمان کا اہم ترین شعبہ کہا گیا ہے، (مشکوٰۃ) بلکہ بعض روایات میں حیاء کو سراپا ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسلام نے معاشرتی احکام میں ایمان کے ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا کرنے کے لئے حیاء اختیار کرنے کی تعلیم دی، حیاء ہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی جان ہے، ایک عورت بے پردہ رہ کر اور باریک ونیم عریاں کپڑے لباس اختیار کر کے پیٹ پیٹھ دکھاتی پھرے، مردانہ لباس پہن کر جسم کے ابھار کی نمائش کرتی پھرے اور چاہے کتنی ہی نمازیں پڑھتی رہے، وہ احسان سے خالی ہوگی، اور اسلام کی نظر میں متقی نہیں کہلائے گی، ناچ گانا کرنے غیر مردوں سے ہنسی مذاق کرنے، ذومعنیٰ گفتگو کرنے، بہنوئی، دیوروں اور سالیوں سے چھچھورا مذاق کرنے، فیشن والا نیم برہنہ لباس یا یہود ونصاریٰ کی وضع قطع اختیار کرنے، غیر مردوں کے ساتھ مل کر نوکری کرنے، ٹی وی پر فحش مناظر دیکھنے سے بے حیائی بڑھتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ ایمان ختم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

اسلام نے عورت میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا کرنے کے لئے ہی بیان کردہ تمام خرابیوں پر پابندی لگائی ہے اور سب سے پہلے گھروں میں غیر مردوں، نامحرم مردوں کا داخلہ بند کر کے بغیر اجازت آنے سے منع کردیا، مختلف رشتوں میں پردہ قائم کردیا، اور عورت کو سکون اور حفاظت کے ساتھ گھروں میں قرار سے رہنے کی ہدایت دی ہے۔

شیطان جو انسان کا بہت بڑا دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ ایمان والوں کا ایمان کمزور کرے، ان کو بے حیاء و بے شرم بنایا جائے؛ تاکہ وہ تقویٰ اختیار نہ کرسکے، ان کا تقویٰ ناکارہ ہوجائے، اس نے جنت میں بھی حضرت آدم وحوا پر حملہ کر کے ان کا لباس اتروایا؛ تاکہ اولادِ آدم میں بے حیائی آجائے، مگر اللہ نے اپنی رحمت وحکمت سے ایمان والوں کو بے حیائی و بے شرمی سے بچانے کے لئے پردہ کا نظام دیا۔

شیطان نے پردہ کے نظام میں کمزوری پیدا کرنے کے لئے ٹی وی کے ذریعہ ہر گھر میں بے حیائی پھیلا دی اور ہر روز انسانوں کو آنکھوں، کانوں اور دل ودماغ کے زنا میں مبتلا

کر دیا اور بلو فلموں کا عادی بنا دیا، اور انسانوں میں سے ایمان کو کمزور کر کے بے پردگی کو عام کر دیا، میڈیا جو شیطان کا اسکول ہے اس کا اصل منصوبہ یہ ہے کہ انسانوں میں ایمان کو کمزور کر دیا جائے؛ تا کہ وہ اللہ کے احکام پر چلنے نہ پائیں، اللہ نے پیغمبروں کے ذریعہ ستر اور حجاب کی مکمل تعلیم دی اور مرد و عورت کے ستر اور حجاب کے حدود الگ الگ بتلائے، اس کے باوجود اکثر مسلمان ستر اور حجاب کی پابندی نہیں کرتے اور خواہشِ نفس پر زندگی گذارتے ہیں، حضور اکرم ﷺ پر ایمان رکھ کر تقلید غیروں کی کرتے ہیں۔

اسلام نے پردہ کا ماحول بنانے کے لئے کن چیزوں پر روک لگایا

پردہ عربی زبان کے لفظ حجاب کا لفظی ترجمہ ہے، جس چیز کو عربی زبان میں حجاب کہتے ہیں اُسی کو فارسی اور اردو میں پردہ کہتے ہیں۔

انسانوں میں شہوانی ماحول، بے حیائی و بے شرمی کے ماحول، گندی ذہنیت، دل و دماغ، آنکھوں، کانوں اور زبان کو برائی سے بچانے کا سب سے بہتر اور عمدہ طریقہ اس کے سوا نہیں تھا کہ عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ رکھا جائے اور ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف گھروں میں آنے جانے سے روکا جائے، باپ، بھائی اور بیٹوں کے سامنے جسم کے کتنے حصہ کو کھلا رکھا جائے کی تعلیم دی گئی، اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کو دل بھر کر گھورنے اور دیکھنے نفسانی خواہش کے ساتھ دیکھنے اور غیر مردوں کے سامنے سج دھج کر بناؤ سنگھار کر کے آنے سے اور غیر مردوں کو اپنی زیب و زینت، زیور، کپڑا دکھانے کی نیت سے خوشبو وغیرہ لگا کر باہر مردوں میں آنے سے منع کیا گیا۔

اگر انسانی معاشرہ میں ان تمام چیزوں پر احکام نہ دئے جائیں اور روک نہ لگائی جائے تو انسانی معاشرہ شہوانی ماحول میں تبدیل ہو جاتا ہے، جن لوگوں اور قوموں کے پاس کپڑے پہننے کے حدود نہ ہوں، کس کس قسم کے کپڑے پہننا ہے اس کی تاکید نہ ہو، مردوں اور عورتوں کو علاحدہ رہنے کے آداب نہ ہوں، مردوں اور عورتوں کے علاحدہ لباس نہ

ہوں، جسم کے قابل شرم حصوں کو چھپانے کے اصول نہ ہوں، ستر کے حدود نہ ہوں؛ اس معاشرہ میں زنا کاری، بدکاری، بدنظری، نیم عریانیت، بے حیائی و بے شرمی سب کچھ بھر جاتی ہیں، عورتوں کی برہنہ تصاویر کے ساتھ سامان فروخت کئے جاتے ہیں، جگہ جگہ پوسٹروں پر مردوں اور عورتوں کے ننگے پوسٹر لگانا بری بات نہیں سمجھا جاتا، فلموں اور ڈراموں میں اور درسی کتابوں میں فحش مناظر اور جنسی تعلیم دینا برا نہیں سمجھا جاتا، ایسے معاشرہ میں لوگ تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا نہیں کرسکتے، ان کے لئے اللہ کی اطاعت کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

اسلام نے پردہ اور ستر کی باضابطہ تعلیم دی

مسلمانوں کی اکثر تعداد ایسی ہے جس کو اسلامی ستر عورت کے حدود ہی نہیں معلوم اور وہ جس ملک اور جن قوموں کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے امتی ہوکر ان قوموں کے لباس اور طور طریقوں کو اختیار کرلیتے ہیں اور اس زمانہ کے اکثر مسلمانوں کی حالت بھی عرب جاہلیت کی طرح ہوکر پھر وہی دوبارہ زمانہ جاہلیت میں آ گئے ہیں، کوئی ناف سے نیچے کپڑے پہنتے ہیں، کوئی گھٹنوں سے اوپر چڈی پہنتا ہے، کوئی نیم آستیں یا بغیر آستین کے یا باریک آستین کے کپڑے پہنتا ہے، کوئی کمر اور پیٹھ دکھاتے ہیں، کوئی تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں، کوئی باریک اور جسم دکھانے والے کپڑے پہنتے ہیں، کوئی مرد ہوکر عورتوں جیسی ہیئت اختیار کرتے ہیں، کوئی عورت مردوں جیسا لباس اختیار کرتی ہے، کوئی مرد زیور استعمال کرتے ہیں، عورتوں کی طرح بال پالتے ہیں، عورتیں پنڈلیاں کھلی رکھتی ہیں، کوئی گھروں میں پردہ میں رہ کر باہر والوں، ڈرائیور، نوکر، مزدور، چپراسی، دیور، بہنوئی اور ہجڑوں، استادوں سے پردہ نہیں کرتے، کوئی بے پردہ عورتیں بازاروں میں جاتے وقت بدنامی کے ڈر سے برقع پہنتی ہیں، کوئی برقع کے بجائے صرف سر پر شال اوڑھنا کافی سمجھتی ہیں، کوئی برقع پہن کر چہرہ کھلا رکھنا سمجھتی ہیں، کوئی گھروں میں پردہ کرتی ہیں، دعوتوں اور محفلوں میں بے پردہ بن جاتے ہیں، کوئی کپڑے پہن کر سینہ دکھانے کو اچھا

سمجھتی ہیں، کوئی باپ، بیٹے دیور اور بہنوئی کے سامنے سینہ پر پلو ڈال کر سینہ کھول کر بچوں کو دودھ پلاتی بیٹھی رہتی ہیں، اللہ نے سورۃ الاعراف:۲۵ میں فرمایا:

یَا بَنِیْ آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِیْ سَوْءَاتِكُمْ وَرِيْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ٥ (الاعراف:۲۶)

ترجمہ:۔ اے آدم! کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا بُرا ہے، اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے، اور تقویٰ کا جو لباس ہے وہ سب سے بہتر ہے، یہ سب اللہ کی نشانیوں کا حصہ ہے، جن کا مقصد یہ ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔

اے اولادِ آدم اللہ نے تم پر لباس اس لئے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے موجبِ زینت بنے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایمان والوں کو ستر کے ساتھ حجاب کے تمام آداب بتلائے اور پردے کی مکمل تعلیم دی، پردے اور حجاب کا جب لفظ آتا ہے تو مرد حضرات سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف عورتوں کے لئے ہے، ستر عورت صرف عورتوں کے لئے سمجھتے ہیں، جس طرح مردوں اور عورتوں کے اعضاء میں فرق رکھا گیا اسی طرح مردوں اور عورتوں کے ستر کے حدود بھی الگ الگ مقرر کئے گئے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں ستر اس حصہ کو کہتے ہیں جس کا ڈھانکنا فرض ہے، حضور ﷺ نے مردوں کے لئے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر بتلایا ہے؛ (دارقطنی، بیہقی) جسے بیوی کے سوا کسی دوسرے کے سامنے قصداً کھولنا حرام ہے۔

عورتوں کے لئے ستر کے حدود مردوں سے زیادہ وسیع رکھے گئے، عورت کے معنیٰ چھپنے والی چیز کے ہیں، عورت کا ستر چہرہ، ہاتھ کلائی کے جوڑ تک، پاؤں ٹخنے کے نیچے تک، اس کے علاوہ اس کا پورا جسم ستر ہے؛ جسے سوائے شوہر کے باپ، بھائی تک سے بھی چھپانا ضروری ہے، حجاب اور ستر کے دو الگ الگ مسئلے ہیں، چہرہ، آواز داخلِ پردہ ہیں، لیکن ستر میں شامل نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنا چاہئے سوائے چہرہ اور کلائی کے جوڑ تک ہاتھ کے۔(ابوداؤد) یہ عورت کی ستر کے حدود ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ جو کچھ گھٹنے سے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے، اور جو کچھ ناف سے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے (مردوں ک لئے)۔

قرآن وحدیث میں ایمان والوں کو پردے کے جو احکام دئے گئے ہیں اس پر ایمان والے عورت اور مرد کو عمل کرنا لازم اور ضروری ہے، مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں وقار اور عزت کے ساتھ محفوظ رہیں، عورتیں اپنے حسن اور بناؤ سنگار کی نمائش نہ کرتی پھریں، جس طرح غیر مسلم عورتیں کرتی ہیں، گھر سے باہر نکلنا ہو تو اپنے اوپر ایک چادر ڈال کر نکلے یہ پردہ ہے، یقینی بات ہے کہ سر پر سے چادر ڈالنے سے منہ بھی چھپانا پڑے گا، گھروں میں رہتے ہوئے محرم مردوں (جن سے نکاح حرام ہے) اور غیر محرم مردوں کے درمیان فرق کرکے غیر محرم مردوں سے پردہ کریں، اور گھر میں آنے والی پردہ دار خواتین کے سوا کسی کے سامنے زینت کے ساتھ نہ آئیں، اور اپنے باپ، بیٹے اور بھائیوں اور ان کے بیٹوں یعنی محرم مردوں کے سامنے بھی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے سینوں کو ڈوپٹوں سے ڈھانک لیا کریں، اور اپنی ستر اور جسم کے ابھرے ہوئے حصوں کو چھپائیں، گھر کے مردوں اور بالغ بچوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ماں بہنوں کے پاس خاص اوقات صبح، دوپہر اور عشاء کے بعد اجازت لے کر آئیں؛ تاکہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کھلا رہے تو ان کی نظر میں نہ آجائے، نماز کی حالت میں مردوں کے ساتھ مل کر نہ ٹھہریں، سب سے آخر میں ٹھہریں، خوشبو لگا کر غیر مردوں کے درمیان نہ آئیں، درمیانی سڑک سے نہ چلیں؛ بلکہ سڑک کے کناروں سے چلیں، مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر نہ چلیں، بجنے والا زیور پہن کر اظہار نہ کریں، نظریں نیچی رکھیں، شرم گاہوں کی حفاظت کریں، مرد مرد کی اور عورت عورت کی شرمگاہ اور ستر دوسروں کے سامنے کھولنے سے پرہیز کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب سورۂ نور میں پردہ کا حکم حضور ﷺ

نے سنایا تو لوگ گھروں میں اپنی اپنی عورتوں کو اس کی آیات سنائیں، انصار کی عورتوں نے آیات سن کر فوراً کسی نے کمر پٹہ کھول کر اور کسی نے چادر پھاڑ کر دوپٹہ بنالیا اور اوڑھ کر دوسرے روز صبح کی نماز میں دوپٹے اوڑھے ہوئے تھیں۔(ابن کثیر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہوجائے۔(المبسوط)

عورت زینت اور زیور کو فطرتاً پسند کرتی ہے، مگر زینت اپنے گھر والوں کے سامنے شوہر سے کی جائے؛ نہ کہ حجام کا آئینہ بن کر دنیا کو زینت دکھاتی پھرے، حجام کے آئینہ میں ہر کوئی بلا روک ٹوک آکر اپنی صورت دیکھتا ہے، زینت کا مظاہرہ بازاروں اور نامحرموں کے سامنے نہ کریں اور اپنے آپ کو بدکردار لوگوں کی نظروں کا مرکز نہ بنائے، مگر آج کل کم عقل بے شعور عورتیں ایسا برقع استعمال کر رہی ہیں جو بھڑکیلا، چمکدار نقش ونگار سے بھرا ہوا ہوتا ہے، اور جسم سے چمٹا ہوا ہوتا ہے، جوتا اور چپل بھی نقش ونگار کا استعمال کر کے مردوں کو اپنی طرف مائل ہونے کا موقع دیتی ہیں، نہیں دیکھنے والے بھی ان عورتوں کی چمک سے دیکھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، اس سے برقع اور اوڑھنی کا مقصد فوت ہوگیا، برقع کا استعمال تو اپنے آپ کو چھپانے اور مردوں کی نگاہوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے اسلامی آداب

☆ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عین دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت مانگنے لگا، حضور ﷺ نے فرمایا: دروازے پر سے ہٹ کر کھڑا ہو! اجازت مانگنے کا حکم تو اس لئے ہے کہ نگاہیں اندر نہ پڑیں۔(ابوداؤد)

☆ رسول اللہ ﷺ خود بھی جب کسی کے پاس جاتے تو دروازے کے عین سامنے کھڑے ہوکر اجازت نہیں مانگتے، بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوکر اجازت مانگتے۔(ابوداؤد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب نگاہ گھر میں داخل ہوگئی تو پھر داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کا کیا سوال رہا؟ (ابوداؤد)

اس لئے دوسروں کے گھروں میں جھانکنا، باہر سے نگاہ ڈالنا؛ یہاں تک کہ بغیر اجازت دوسروں کے خطوط پڑھنا، سب ممنوع ہے۔

☆ ایک شخص حضور ﷺ کے حجرے میں باہر جھانکا، اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا، آپؐ اس کی طرف اس طرح بڑھے جیسے اس کے آنکھ میں چبھو دیں گے۔ (ابوداؤد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا: اگر کوئی گھر میں جھانکے تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے؛ تو کوئی گناہ نہیں۔

☆ ایک شخص نے اپنی ماں کے پاس جانے کی اجازت کے تعلق سے دریافت کیا اور کہا کہ میں اس کی خدمت میں ہمیشہ رہتا ہوں، کیا پھر بھی مجھے اجازت لینا چاہئے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس لئے کہ کیا تم اُسے برہنہ دیکھنا چاہتے ہو؟ (ابن جریر)

یہی حکم ماں بہنوں کے کمروں میں داخل ہونے کا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ ابن مسعودؓ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سلام کرتے یا کھنکارتے، ایسی ہی آواز سے اطلاع دیتے کہ معلوم ہوجائے کہ وہ آرہے ہیں۔ (ابن جریر)

اس سے نامحرم عورتیں اگر عورت کے پاس بیٹھی ہوں تو بے پردگی سے بچ جاتی ہیں۔

☆ البتہ کسی گھر میں اچانک مصیبت آجائے یا چور آجائے یا آگ لگ جائے یا عورت پر حملہ ہوجائے تو بغیر اجازت جاسکتے ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ اجازت مانگنے کے لئے پہلے سلام کرتے، پھر اپنا نام بتلا کر اجازت مانگنے کا طریقہ بتلایا، ٹیلیفون پر بھی مسلمان ہو یا مسلمان کو فون کئے ہوں تو پہلے سلام کیا جائے، پھر اپنا نام بتلایا جائے، اجازت پوچھتے وقت تعارف پوچھا جائے، تو حضور ﷺ نے ''میں ہوں! میں ہوں!'' کہنے سے منع فرمایا، ''میں ہوں!'' سے کوئی پہچان حاصل نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد) آپؐ نے نام بتلانے کی تعلیم دی۔

☆ ایک شخص بغیر سلام کئے حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گئے، آپ نے انہیں باہر بھیج کر سلام کے ساتھ داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)

☆ اجازت میں تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کا طریقہ بتلایا گیا، اگر تین مرتبہ جواب نہ آئے اور اجازت نہ ملے تو واپس پلٹ کر چلے جانے کی تاکید کی گئی، (بخاری، مسلم، ابوداؤد) تین مرتبہ کے بعد زبردستی کسی کو ملنے اور اجازت دینے پر مجبور نہ کیا جائے۔

تین مرتبہ ٹھہر ٹھہر کر پکارنا چاہئے، ہوسکتا ہو کہ صاحبِ خانہ کوئی کام میں مشغول رہے اور پہلی دوسری آواز سن نہ سکے۔

اجازت طلب کرنے پر ذمہ دار آدمی کی اجازت سے گھر میں داخل ہونا چاہئے، چھوٹے بچوں کے بلانے پر داخل نہ ہوں، نوکر یا کوئی بالغ آدمی اجازت دے تو داخل ہوں، اگر کوئی اجازت نہ دے اور اس وقت ملنے سے مجبوری ظاہر کرے تو بُرا نہیں ماننا چاہئے، زبردستی ملنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

☆ اکثر لوگ سونے کے اوقات میں آ کر ملنا چاہتے ہیں اور صاحبِ خانہ کے سونے کے اوقات میں گفتگو میں گھنٹوں بیٹھ جاتے ہیں، یہ دوسروں کو تکلیف دینا ہے، ملاقات پر پہلے ان کی مصروفیات دریافت کرلیں تاکہ اس شخص کو تکلیف نہ ہو۔

☆ گھر پر گھنٹی لگی ہو تو اس پر بھی آہستہ آہستہ تین بار گھنٹی بجا کر واپس ہوجائیں، دروازے پر بہت زور زور سے نہ ماریں، چلا کر اجازت نہ مانگیں کہ کہیں سننے والی عورتیں اور بچے خوف زدہ نہ ہوجائیں۔

☆ اکثر رشتہ داروں کے گھر قریب قریب بھی ہوتے ہیں، بہت سے لوگ بے تکلفی کی وجہ سے رشتہ دار کے گھر بغیر اجازت داخل ہوجاتے ہیں، یہ بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

☆ اگر صاحبِ خانہ گھر پر موجود نہ ہوں اور وہ اجازت دیں کہ ان کے غیاب میں دیوان خانہ کھلا کر بیٹھ سکتے ہیں تو اس اجازت پر دیوان خانہ میں بیٹھ کر انتظار کرسکتے ہیں، ورنہ صاحبِ خانہ کی غیر موجودگی میں ان کے گھر میں بیٹھ کر انتظار کرنا بہت غلط فہمیاں اور

برائیاں پیدا کرتا ہے، ان کی غیر موجودگی میں عورتوں سے بات بھی نہیں کرنا چاہئے، شوہر کی غیر موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر عورتوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا، فرمایا شیطان خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ (مسلم)

اکثر گھروں میں عورتیں اپنے شوہر کے دوست یا غیر محرم رشتہ دار آجائیں تو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ان کو دیوان خانے میں بیٹھا کر خاطر تواضع کرتی ہیں، اس سے شوہر میں غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

نظروں کو نیچی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا، شہوت بھری نگاہ نہ ڈالنا، نگاہوں کو لذت نہ دینا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا، پہلی نظر تو معاف ہے؛ مگر دوسری نظر معاف نہیں۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

☆ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: فوراً نگاہ پھیرلو! نگاہ نیچی کرلو! (مسلم، ترمذی، احمد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نگاہ شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اللہ سے ڈر کر ان سے گھورنا چھوڑ دے گا، اس کے بدلے اُسے ایسا ایمان ملے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (طبرانی)

☆ پہلی نگاہ پڑتے ہی ہٹا لینے سے اللہ تعالیٰ اس انسان کی عبادت میں لطف پیدا کردیتا ہے۔ (مسند احمد)

☆ ایک مرتبہ حج کے موقع پر مشعر حرام سے واپسی کے وقت حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی فضل بن عباسؓ جو اس وقت سن بلوغ کو پہنچ گئے تھے؛ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، ایک عورت حضور ﷺ کو روک کر حج کے متعلق مسئلہ پوچھنے لگی، فضل بن عباسؓ نے اس پر نگاہیں گاڑ دیں، حضور ﷺ نے ان کا منہ پکڑ کر دوسری طرف کردیا۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث کو بنیاد بنا کر کوئی کھلا چہرہ رہنے کا جواز نہ نکالے؛ بلکہ احرام کی حالت

میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنا ضروری ہے، نقاب کا استعمال ممنوع ہے۔

اپنی بیوی یا اپنی ماں، بہن، بیٹی اور محرم عورتوں کو محبت کی نگاہوں سے نگاہ بھر کر دیکھ سکتے ہیں، ان کے علاوہ دوسری عورتوں کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے، عورتوں کو گھور گھور کر نگاہ بھر کو دیکھنا آنکھ کی بدکاری اور آنکھوں کا زنا ہے۔

☆ مردوں کے دیکھنے میں عورتوں کے دیکھنے میں نفسیات کے اعتبار سے ایک نازک فرق ہے، مرد کی فطرت میں اقدام ہے، یعنی وہ کسی چیز کو پسند کرے تو اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پہل کرتا ہے، عورت کی فطرت میں ایک قسم کی رُکاوٹ ہے، جب تک اس کی فطرت بگڑ نہیں جاتی وہ اس جرأت منداور بے خوف نہیں ہوسکتی کہ کسی کو پسند کرنے کے بعد خود اس کی طرف نہیں بڑھتی۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایاء کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، احمد)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران پر نگاہ نہ ڈالو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھو! کسی نے پوچھا: جب ہم تنہائی میں ہوں؟ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کھائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

موجودہ زمانہ میں لڑکیاں فیشن، فلم ایکٹریسوں کی نقل میں ڈوپٹہ سینہ چھپانے کے لئے نہیں بلکہ گلے میں یا کسی ایک کندھے کے آخری حصہ پر لٹکائے رکھتی ہیں، سینہ کھلا چھوڑ کر ابھار دکھاتی پھرتی ہیں۔

بالوں کو چھپانے کے بجائے کھلے رکھ کر فیشن کرتی ہیں، دعوتوں میں خاص طور پر ننگے سر کھلے بالوں سے آتی ہیں، خاص طور پر برصغیر کی عورتوں میں سر کے بالوں کو چھپانے کا ذہن ہی نہیں؛ حالانکہ چہرے اور ہاتھ کے سوا سارا جسم ستر ہے، جس طرح سارا جسم

چھپانا ستر میں داخل ہے، اسی طرح بال چھپانا بھی اتنا ہی ضروری ہے، ورنہ ستر کے جو حدود ہیں وہ نامکمل رہتے ہیں۔

عام طور پر پردہ دار عورتیں نوکر، ڈرائیور، مزدوروں، ٹھیلہ بنڈی پر ترکاری و پیاز بیچنے والوں سے پردہ کو اہمیت نہیں دیتیں، بے پردہ ہو جاتی ہیں، سمجھتی ہیں کہ ان سے پردہ ضروری نہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے، حضرت انسؓ تو حضور ﷺ کے پاس بچے سے بڑے ہوئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ نے کسی بچے کو لانے کے لئے کہا، تو انہوں نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا؛ حالانکہ یہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت گذار تھے اور آپ ﷺ کے پاس گھر کے افراد کی طرح رہتے تھے۔ (فتح القدیر)

عورت کو شوہر کے سوا کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں نہیں رہنا چاہئے اور نہ غیر مرد اور غیر عورت ایک دوسرے کے جسم کے کسی حصہ کو بغیر کسی شرعی عذر کے چھوئے، چاہے وہ قریب ترین عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ! انصار میں سے ایک شخص نے پوچھا: دیور اور جیٹھ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: وہ تو موت ہے! (مسلم، ترمذی)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عورت کا ہاتھ چھوئے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو؛ اس کی ہتھیلی پر قیامت کے دن انگارہ رکھا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیا اور نہ کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھوا جو آپ ﷺ کے نکاح میں نہ ہو۔ (بخاری)

☆ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔

☆☆☆☆☆